

باطل کے خلاف حق کی آواز

مجلۃ الحقیقہ شکر گڑھ

نومبر 2000ء شعبان المکرم 1421ھ

خالِص اور نخالِص توحِید

اسلام اور معاشرتی اِنقلاب

تحریکِ جہاد کے کارنامے

شبِ برات: فضیلت و عظمت

رَفَعِ یدین

مدیر مسئول کا چشم کشا مقالہ

خاکِ حجاز کے نگہبان (تاریخ کے دریچوں سے)

صحاحِ ستہ کی روشنی میں علامہ اشرف قادری کی تحقیق

آئیے پہچان کریں

Mufakir-e-Islam Research Center Islamabad

ایسا خالص دودھ جیسے گھر کا دودھ

خالص دودھ دہی کا با اعتماد مرکز

ملک دودھ فروش

شادی بیاہ، پارٹیوں وغیرہ میں بھی دودھ، دہی آرڈر پر سپلائی کیا جاتا ہے۔

پروپرائیٹر:

افتخار ملک



بوڑھ والا گلا سمبڑیال روڈ ڈسکہ

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

باطل کے خلاف حق کی آواز

مجلہ الحقیقہ شکر گڑھ

نومبر 2000ء / شعبان المکرم ۱۴۲۱ھ

محسنِ اسلام شیخ طریقت

زیر سرپرستی

حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب

جلد نمبر 1 شمارہ نمبر 2

مدیر مسئول

غلام مصطفیٰ مجددی

مدیر اعلیٰ

شجاعت علی مجاہد

فہرست

مشیر قانون

غلام فرید چوہدری

ایڈووکیٹ

ایم۔اے

ایل۔ایل۔بی

لاثانی چیمبرز

ہائیکورٹ لاہور

ادارت

- علامہ محمد اشرف قادری (مراڑیاں شریف)
- ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری (امریکہ)
- علامہ محمد نور المصطفیٰ رضوی (خانقاہ ڈوگراں)
- علامہ محمد حنیف قادری (سیالکوٹ)
- علامہ محمد صدیق ضیاء
- علامہ نصیر الدین قادری (سیالکوٹ)
- علامہ خاور (سیالکوٹ)
- ڈاکٹر قمر تابش (سیالکوٹ)
- محمد عارف نقشبندی

علامہ محمد سعید عامر نقشبندی

کمپوزنگ: انٹرنیشنل کمپیوٹر کالج ریلوے روڈ شکر گڑھ

ہدیہ مجلہ	10 روپے
سالانہ	100 روپے

رابطہ برائے ترسیل زر و خط و کتابت

محمد آصف نقشبندی انچارج دفتر الحقیقہ نقشِ لاثانی نگر شکر گڑھ

منجانب شیرانِ اسلام (پاکستان) شکر گڑھ نے شائع کیا

Mulakkir - Islam Research Center Islamabad

حمد و نعت

پروفیسر محمد حسین آسی

خدا کے نام پر سب کچھ لٹانا ہم کو آتا ہے
نبی کی آبرو پہ سر کٹانا ہم کو آتا ہے

دہل جائیں زمین و آسماں بھی جس کی ہیبت سے
اسی بار امانت کو اٹھانا ہم کو آتا ہے

ہماری داستاں پڑھ لو! تمہیں معلوم ہو جائے
کفن باندھے ہوئے مقتل کو جانا ہم کو آتا ہے

ڈرا سکتی نہیں شورش ہمیں فرعون وہاماں کی
کہ ہر باطل سے پنجہ آزمانا ہم کو آتا ہے

ہمیں ماحول کی تاریکیوں سے کیا ڈراتے ہو
نبی کے عشق سے جب جگمگانا ہم کو آتا ہے

جفا و جور کی ان آندھیوں سے برملا کہہ دو
ہوا کے دوش پہ اڑنا اڑانا ہم کو آتا ہے

خدا کے باغیو سن لو نبی کے دشمنو! سن لو
تمہیں صفحہ ہستی سے مٹانا ہم کو آتا ہے

ستم کیشوں سے کہہ دو، واجپائی ہو، کلنٹن ہو
ہمیں ڈرنا نہیں آتا، ڈرانا ہم کو آتا ہے

خدا کے فضل سے پھر بت پرستوں کو بھگا دیں گے
حنین و بدر کا جلوہ دکھانا ہم کو آتا ہے

فیض نقش لاثانی زمانہ دیکھے گا آسی
کہ طوفان کو رستے سے ہٹانا ہم کو آتا ہے

Mufakkir-e-Islam Research Center Islamabad

درس قرآن

تعوذ کے تفسیری نکات

پروفیسر محمد حسین آسی

اعوذ با للہ من الشیطن الرجیم

"میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے"

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع (کرتا ہوں) جو بہت مہربان، رحمت والا (ہے)۔

تفسیر: بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن پاک کی مستقل آیت ہے مگر کسی سورت کا جزو نہیں 'حرف' ابتدا کے لئے ہے لہذا ترجمہ وہی ہے جو اوپر ذکر ہوا۔ اب اگر خدا کی طرف سے ہو تو مقصود ہوگا، اللہ کے نام سے (اے بندے) شروع کر جو رحمن و رحیم ہے اور بندے کی طرف سے ہو تو اوپر کا ترجمہ یعنی شروع کرتا ہوں۔۔۔الخ

کفار عرب اپنے کام بتوں کا نام لے کر شروع کرتے تھے مثلا کہتے تھے بسم اللات والعزی (یعنی لات وعزی کے نام سے شروع) مسلمانوں کو اس قسم کے شرکیہ جملوں سے روکا گیا اور رب رحمن ورحیم کے نام سے کام شروع کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ حدیث پاک میں حضور پر نور ﷺ نے فرمایا

"جو کام بسم اللہ پڑھے بغیر شروع کیا جائے وہ دم بریدہ اور ناقص رہ جاتا ہے، جو کام بسم اللہ کے بغیر شروع کیا جائے، ناتمام رہ جاتا ہے جس کام کا آغاز ذکر خدا کے بغیر ہوگا، اسکا انجام خیر نہیں ہوگا۔ (صحیح ابی عوانہ وغیرہ)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوا۔

(اے مسلمان، دروازہ بند کرے تو اللہ کا نام لے، دیا بجھائے تو اللہ کا نام لے، اپنے برتن ڈھانپے تو اللہ کا نام لے اور اپنی مشک کا منہ باندھے تو اللہ کا نام لے (تفسیر القرطبی)

'اللہ' خالق و مالک حقیقی کا ذاتی نام ہے، بعض کے نزدیک یہ جامد ہے یعنی کسی لفظ سے نکلا نہیں اور زیادہ صحیح یہی بات ہے بعض کے نزدیک یہ لفظ 'اللہ' مشتق ہے۔ مشتق کہنے والے اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکے کہ کس لفظ سے نکلا ہے، صرف چند رائیں ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ الہ (یعنی سکون، چین، قرار) سے نکلا، گویا اللہ وہ ذات ہے جس کے ذکر سے سب کو چین وسکون آئے۔

۲۔ ولہ (یعنی حیرانی) سے گویا اللہ وہ ذات پاک ہے، جس کی ذات وصفات میں ساری مخلوق حیران ہے، بحروین جہالت کی ظلمات میں گم ہیں اور واصلین تجلیات نورانی میں۔

۳۔ لاہ (بلندی) سے یعنی اللہ وہ ذات پاک ہے جو تمام ممکنات سے بلند وبالا ہے۔

الرحمن اور الرحیم دونوں رحم سے مشتق ہیں اور رحم کا معنی ہے دل کا نرم ہونا، مہربان ہونا۔ اللہ تعالیٰ چونکہ دل سے پاک ہے لہذا یہاں معنی کیا جائے گا۔ فضل واحسان فرمانے والا، اگر چہ دونوں کا مادہ اشتقاق ایک ہی ہے (یعنی رحم) پھر بھی معانی میں کچھ فرق بھی ہے مثلاً رحمن کا معنی ہے۔ سب پر عام رحم فرمانے والا اور رحیم کے معنی ہیں خاص پر خاص رحم فرمانے والا۔ ہوا، پانی، روشنی سب کو عطا فرمائی، یہ اس کی رحمانیت کی جلوہ گری ہے مگر حکومت دولت، ولایت اور نبوت خاص خاص کو عطا فرمائے۔ یہ شان رحیمی کا ظہور ہے۔ (اور بھی فرق بیان کئے گئے ہیں)۔

علما فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے بسم اللہ میں اپنے اسم ذات کے ساتھ رحمت کی دو صفتوں کو بیان فرمایا، اس لئے کہ اللہ کے نام میں ہیبت تھی اور رحمن ورحیم میں رحمت۔ اللہ کا نام سن کر نیک بندوں کو بھی کچھ عرض معروض کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی لیکن رحمن ورحیم سن کر ہر مجرم اور خطا کار کو بھی عرض کرنے کی ہمت پڑی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس کے جلال کے مقابلے میں کون دم مار سکتا ہے اور ظہور جمال کے وقت ہر ایک ناز کر سکتا ہے۔ (تفسیر نعیمی)

دیکھیے بسم اللہ شریف میں گویا ذات باری کا اولین تعارف کرایا جا رہا ہے اور یہ تعارف رحمن و رحیم جیسے رحمت والے ناموں سے ہے۔ حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "بعض حق ناشناس کہتے ہیں کہ اسلام کا خدا خونی ہے اور اپنے ماننے والوں کو خونخواری سکھاتا ہے۔ کاش وہ اسلام کی مقدس کتاب کے پہلے صفحے کی پہلی آیت ہی پڑھ لیتے تو انہیں پتا چل جاتا کہ اسلام کا خدا خونخوار نہیں، الرحمن ہے، اس کی رحمت کا وسیع دامن کائنات کے ذرے ذرے کو اپنی آغوش لطف وکرم میں لئے ہے، اسلام کا خدا سفاک نہیں بلکہ الرحیم ہے، اس کی رحمت کا بادل ہر وقت برستا ہی رہتا ہے، (ضیاء القرآن)

فضائل ومسائل: تفسیر عزیزی میں ہے کہ جس شخص کو کوئی سخت مصیبت پیش آ جائے تو وہ بسم اللہ ہزار دفعہ اس طرح پڑھے کہ ایک ہزار بسم اللہ پڑھ کر دو نفل پڑھے۔ پھر ہزار پر دو رکعت نفل پڑھتا جائے۔ اس کے بعد دعا مانگے، انشاء اللہ اس کی دعا قبول ہوگی۔

سیدی و مرشدی حضور نقش لاثانی برکت ورحمت کے حصول کے لئے ۷۸۶ بار یا کم از کم ۳۵ بار روزانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔

اب چند مسائل کی طرف آیئے:

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

کلمۃ الحقیقہ

اتحاد ملت

پروفیسر
محمد حسین آسی

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

الحمدللہ! یہ خبر بہت خوش آئند ہے۔ کہ جمعیت علمائے پاکستان پھر اکٹھی ہو رہی ہے۔ محسن ملت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رہبر. مجاہد ملت حضرت عبدالستار خاں نیازی صدر اور فخر ملت ناظم اعلیٰ حضرت مولانا صاحبزادہ فضل کریم دامت برکاتہم اس کے ناظم اعلیٰ ہوں گے۔ خدا کرے ایسا ہو اور جلد ہو بلکہ جماعت اہل سنت کے ساتھ بھی کوئی خلیج ہے تو پاٹ دی جائے۔ جمعیت سیاسی طور پر اور جماعت غیر سیاسی انداز میں رہ کر بھی ایک دوسرے سے تعاون کریں اور پھر سنیوں کی دوسری تنظیمیں بھی اپنے اپنے مخصوص علاقائی و تبلیغی تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ ساتھ ان مرکزی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر کے انہیں سنگینی حالات کا مقابلہ کرنے کی توفیق بخشے آمین!

حقیقت یہی ہے کہ اسلام کی سربلندی اور دشمنان اسلام کی رسوا کن شکست کا تصور اسی صورت میں کیا جا سکتا ہے کہ سب اہل سنت و جماعت یک جان و یک دل ہوں۔ یہ پوری ملت کی واضح اکثریت ہیں بلکہ مخالفین کے ایک اندازے کے مطابق بھی سنی حضرات مسلمانوں کی مجموعی تعداد کا اسی فیصد ہیں۔ بعض وہ اسلامی ممالک جہاں حکومت نے پورے جبر و تشدد سے انہیں مٹانے کی کوشش کی ہے۔ وہاں بھی ان کی تعداد سب سے زیادہ ہے کیوں نہ ہو خود حضور پرنور ﷺ نے ان کے بارے میں یہ وضاحت فرما دی ہے۔

"ان الله لا يجمع امتى او قال امة محمد علىٰ ضلالة و يد الله علىٰ الجماعة ومن شذ شذ فى النار" (ترمذی)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ میری امت کو یا فرمایا امت محمد ﷺ کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا اور اللہ کا دست (قدرت) جماعت پر ہے اور جماعت سے جدا ہوا وہ تنہا ہی آگ میں ڈالا جائے گا اسی دست قدرت کا نتیجہ ہے کہ یہ بڑا گروہ اسلام کا سچا پاسبان ہوگا اور کوئی گروہ اس پر غالب نہیں آ سکے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ "لا يزال من امتى امة قائمة بامر الله لا يضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتىٰ ياتى امر الله وهم علىٰ ذلك" (متفق علیہ)

ترجمہ: "ہمیشہ میری امت ایک گروہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گا۔ انہیں رسوا کرنے والا نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اور نہ ان کا مخالف، قیامت تک، وہ اسی حالت میں رہیں گے"۔

اگر کوئی صدق دل سے یہ جاننا چاہتا ہے کہ اتنے کثیر التعداد فرقوں میں مجھے کس گروہ میں شامل ہونا چاہیے تو ارشادات گرامی اس کے لئے کافی ہیں چونکہ یہ مسئلہ بہت اہم تھا اس لیے حضور پرنور ﷺ نے اسے بار بار سمجھایا اور پوری وضاحت سے راہ حق کی نشاندہی فرمائی۔ (کیونکہ یہ آپ منصب نبوت کا تقاضہ بھی تھا)۔ چنانچہ کہیں فرمایا۔ "اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فى النار" (ابن ماجہ، مشکوۃ)

ترجمہ: بڑے گروہ کی پیروی کرو، اور بیشک جس نے سواد اعظم کو چھوڑا، وہ تنہا ہی دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

دیکھئے یہ کتنی واضح بات ہے۔ جب امت مختلف گروہوں میں بٹ جائے تو خود ہادی کونین سرور دارین ﷺ اپنی امت کو بڑے گروہ میں شامل ہونے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ گویا اس امت میں جو سب سے بڑا گروہ ہوگا وہی حق پر ہوگا (اور ہمیشہ حق پر رہے گا)۔ ایک اور مقام پر یوں تاکید فرمائی اور جماعت و سواد اعظم سے دور ہونے والے کو یوں وعید سنائی، "من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه" (احمد، ابوداؤد، مشکوۃ)

ترجمہ: "جو جماعت سے ایک بالشت بھی ہٹا اس نے اسلام کا پٹا اپنی گردن سے اتار دیا"۔

یہ رحمۃ للعالمین ﷺ کا اپنی امت پر کرم ہے کہ اسے اپنا ایمان بچانے اور سچے گروہ کی پہچان کرانے کیلئے سرکار دو عالم ﷺ از خود اس علامت بتا رہے ہیں ایسی واضح علامت کہ اسے سمجھنے کیلئے زیادہ علم و عقل کی ضرورت نہیں۔ دیانتداری کے ساتھ جو شخص حضور پرنور ﷺ پر اور آپ کی حدیث پر ایمان رکھتا ہے، آسانی سے اس گروہ کو پہچان سکتا ہے جو امت کا سب سے بڑا گروہ ہے (اور ہمیشہ بڑا گروہ رہا ہے)۔ اس بڑے گروہ کے سوا باقی سب گروہ شیطان کے زیر اثر ہیں۔ چنانچہ دیکھئے حدیث پاک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ۔

Mufakkir-e-Islam Research Center Islamabad

''خط لنا رسول الله صلی الله علیه وسلم خطاً ثم قال هذا سبیل الله ثم خط خطوطاً عن یمینه و عن شماله و قال هذه سبل علی کل سبیل شیطان یدعوا الیه و قرا وان هذا صراطی مستقیماً فاتبعوه الایۃ (احمد، نسائی، دارمی، مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے ایک خط کھینچا اور فرمایا (سمجھو) یہ ہے اللہ کا راستہ پھر اس کے دائیں بائیں کچھ خط کھینچے اور فرمایا ان راستوں میں سے ہر راستے پر شیطان ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ) بیشک یہ میرا سیدھا راستہ ہے سو اس پر چلو''۔

واضح ہوگیا کہ بڑا گروہ جسے تائید ربانی حاصل رہی ہے اور آئندہ بھی رہے گی، ایک ہی ہوگا اور ایسی واضح اکثریت میں ہوگا کہ گویا شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔ اس کے حق پر ہونے کی وجہ یہی تائید ربانی ہے جس کا ذکر اوپر درج ہونے والی احادیث میں سب سے پہلی حدیث فرما رہی ہے۔ یعنی ید اللہ علی الجماعۃ (جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ یہ سبیل اللہ (یعنی اللہ کا راستہ) ہے۔ یہی صراط مستقیم (یعنی سیدھا راستہ) ہے۔ اسی پر چلنے کا حکم قرآن پاک نے دیا ہے (جیسا کہ اوپر کی احادیث میں سب سے آخری حدیث سے ظاہر ہے۔ اس کے سوا جو چھوٹے چھوٹے فرقے وقتاً فوقتاً بنتے رہے یا بنتے جاتے ہیں۔ شیطانی راستے ہیں۔ جو لوگ نیک نیتی سے حقیقت حال دریافت کر کے اس پر چلنا چاہتے ہیں، ان ارشادات پر غور کریں ان شیطانی راستوں اور فرقوں کے بارے میں کتاب الفتن کی ایک طویل متفق علیہ حدیث کے ایک جملے کو بھی سامنے رکھیں۔

''فاعتزل تلک الفرق کلها و لو ان تعض باصل شجرة حتی یدرکک الموت''

ترجمہ: سو ان تمام فرقوں سے جدا رہنا خواہ تمہیں کسی درخت کی جڑ چبانی پڑے، یہاں تک کہ اسی حالت میں موت آجائے''۔

یہ ہے حضور پرنور ﷺ کا فیصلہ اپنی امت کے انتشار کے وقت بہترین گروہ کے بارے میں، اگر کوئی شخص نبی خاتم کے فیصلے کو نہیں مانتا اور اسے خدا کا فیصلہ نہیں جانتا تو قرآن پاک کی اس آیت کریمہ پر غور کرے اور اپنے بارے میں خدا کا فیصلہ سن لے۔'' فلا و ربک لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجاً مما قضیت و یسلموا تسلیماً۔ (النساء۔۶۵) ترجمہ: تو (اے محبوب) تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہیں ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

جب حضور پرنور ﷺ اپنا فیصلہ سنا چکے اور قرآن پاک حضور ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے والوں کے بارے میں اپنا فیصلہ دے چکا تو پھر بھی کوئی شخص تعمیل ارشاد میں ٹال مٹول سے کام لیتا ہے یا دور از کار اور بیہودہ تاویلات میں وقت ضائع کرتا ہے تو ظاہر ہے وہ خوف خدا سے بالکل محروم ہے اور ایسا بدنصیب ہے کہ جان بوجھ کر خود کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں سے علم کو جب واپس لینا چاہے گا تو ان سے چھینے گا نہیں بلکہ علم کو اس طرح واپس لے گا کہ اہل علم کو اپنے یہاں بلا لے گا اور جب دنیا میں عالم باقی نہ رہیں گے تو لوگ اپنا سردار جہلا کو بنا لیں گے اور جب ان سے فتوی طلب کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوی دے کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے''۔ (فافتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا، بخاری ومسلم)۔

اس وقت قوم جس صورت حال سے دوچار ہے، اس کا کچھ اظہار 'الحقیقہ' کے گذشتہ شمارے کے اداریے میں آچکا ہے۔ مختصر یہ کہ اسلام اندرونی اور بیرونی دشمنوں میں گھرا ہوا ہے سو جو شخص اسلام کا خیرخواہ ہے۔ موجودہ فرقہ واریت سے سخت پریشان ہے۔ آج حالات کا یہی تقاضا ہے کہ مسلمان ہر اعتبار سے اکٹھے ہوں اور سیسہ پلائی دیوار بن کر اس طوفان کو روکیں جو ملک وملت کی طرف برابر بڑھتا چلا رہا ہے۔ اگر ہم اکٹھے نہ ہوئے تو کامیابی کی کیا صورت۔ حضرت اقبال علیہ الرحمہ نے سچ فرمایا تھا

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

ہاں ہاں یہ فرقہ بندی ملت کے لئے زہر ہلاہل ہے اور اس کا تریاق وہی ہے جو حضور پرنور محسن انسانیت ﷺ نے بار بار فرمایا یعنی بڑے گروہ کی اتباع کرو، 'تفریق' کا علاج 'جماعت' ہے، جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے، یہی اللہ کی راہ ہے، یہی صراط مستقیم ہے۔ سوچئے انتشار وافتراق اگر جان لیوا بیماری ہے تو ملت کی شفا کا راز کیا جماعت میں نہیں ہے؟ کیوں نہیں یہ نسخہ تو کائنات ہستی کے سب سے بڑے حکیم حضور پرنور ﷺ کا ارشاد فرمودہ ہے۔ شیطان اس امت کو پارہ پارہ کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس کے ناپاک عزائم کی تکمیل میں یہی امت سنگ گراں ہے، وہ بہت خوشنما نعرے دے کر دلوں کو بہلاتا ہے، سلاتا ہے اور شعور حقیقت سے دور لے جاتا ہے۔

Mufakkir-e-Islam Research Center Islamabad

دیکھیئے اس کی چالیس اس نے اہل بیت رضی اللہ عنہم کی گستاخی کرانا تھی تو تعظیم صحابہ رضی اللہ عنہم کا نعرہ دیا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کرنے والوں کو جب اہل بیت رضی اللہ عنہم کا نعرہ سکھایا، حالانکہ اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں ایک دوسرے پر جان نچھاور کرتے تھے۔ اختلاف تو ایک طرف رہا، ان میں برائے نام بھی اختلاف نہیں تھا۔ قرآن پاک نے ان سب کو رحماء بینھم (یعنی آپس میں مہربان) فرمایا مگر شیطان کو اس سے کیا۔ اسے تو تفریق ڈالنا تھی، ڈال چکا اسلام کو طلوع ہوئے ایک صدی بھی نہیں گزری تھی کہ شیطان کچھ لوگوں کو اپنی راہوں پر چلانے میں کامیاب ہو گیا تھا، یونہی مختلف ادوار میں مختلف نعروں سے نئے نئے راستے نکالتا رہا اور جن پر داؤ چلا سکا انہیں ان راہوں پر ڈالتا رہا۔ امت مختلف گروہوں میں بنتی رہی مگر ایک نقطہ جس پر سب مسلمان متحد رہے۔ وہ حضور پر نور ﷺ کی ذات تھی۔ آپ کے کمالات پر کبھی دو رائیں نہیں ہوئی۔ امت اپنے ہزاروں اختلافات کے باوجود مقام نبوت کی عظمتوں پر ہمیشہ متحد و متفق رہی۔ چنانچہ شیخ حضرت محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

''باچندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت است یک کس را در یں مسئلہ خلافے نیست کہ آں حضرت ﷺ بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توتو ہم تاویل دائم و باقیت و بر اعمال امت حاضر و ناضر امر طالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت را مفیض و مربی (سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل) بحوالہ بزرگوں کے عقیدے)

ترجمہ: امت کے علماء میں اتنے اختلافات اور بہت سے مذاہب کے باوجود کسی شخص کو اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ حقیقی زندگی کے ساتھ قائم اور باقی ہیں۔ حضور کی زندگی میں مجاز کی آمیزش اور تاویل کا وہم نہیں ہے اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ حقیقت کے طالبوں اور اپنی طرف توجہ کرنے والوں کیلئے مفیض اور مربی ہے۔

امت مسلمہ کا یہ تعامل شیطان کو بری طرح کھٹکتا تھا اس نے بڑی تگ و دو کے بعد کلمہ پڑھنے والوں میں (کلمہ پڑھنے کے باوجود) نبی ﷺ کی ذات و صفات کو ہی متنازع فیہ بنا دیا۔ یہ کام ہرگز ہرگز آسان نہیں تھا یعنی کلمہ پڑھنے والے نبی (ﷺ) کی شان میں چون و چرا کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس لعین نے مشکل کے حل کیلئے نعرہ توحید لگایا۔ گویا وہ لوگ جو توہین رسالت کے تصور سے بھی کانپ اٹھتے تھے، انہیں بتایا کہ اگر تم نبی ﷺ کا علم غیب مانو گے، انہیں مشکلات میں پکارو گے اور انہیں حاضر و ناظر تسلیم کرو گے تو توحید سے دور ہو جاؤ گے اور شرک کی دلدل میں پھنس جاؤ گے۔ توحید بچانے کا طریقہ یہی ہے کہ نبی ﷺ کے تمام امتیازات سے انکار کر دو۔ اسے زیادہ سے زیادہ وہ درجہ جو گاؤں میں چوہدری کا ہوتا ہے، گھر میں (باپ کا بھی نہیں) بڑے بھائی کا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کے احترام و تعظیم میں کوئی لفظ نکل گیا تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے اور سارے اعمال و مجاہدات ضائع ہو جائیں گے کیونکہ قرآن فرماتا ہے:'' ان الشرک لظلم عظیم

ترجمہ: بیشک شرک ضرور بڑا جرم ہے، دیکھیئے جس قرآن پاک نے بار بار تعظیم نبی ﷺ پر زور دیا اور ذرا سی بے ادبی یعنی ان کی آواز سے آواز بلند کرنے والوں کو تمام حسنات و عبادات کے ضائع ہونے کی تنبیہ سنائی، اسی قرآن سے دھوکا دینے کیلئے وہ تمام آیات جن میں شرک کی مذمت کی گئی ہے نبی ﷺ کی تعظیم روکنے کیلئے استعمال کی گئیں۔ گویا یہ تصور ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی کہ نبی کی شان جتنی گھٹاؤ گے، توحید اتنی ہی بڑھے گی اور مضبوط تابناک ہوگی۔ چنانچہ یہ شان گھٹانے کا منصوبہ ہی تھا جب کسی کہنے والے نے تفویت الایمان میں یہ کہا تھا کہ:

(نبی کی) بشر کی سی تعریف کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو۔ اور نبوت کا یہ تصور دیا تھا کہ

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی شے کا مختار نہیں

اپنے نبی مکرم رسول محتشم و شافع امم ﷺ کے ذکر پاک کا اس سے گھٹیا انداز اور کیا ہو سکتا ہے مگر اسے ''خالص توحید'' قرار دیا گیا۔ مثال کے طور پر ایک دو جملے پیش کیے گئے ہیں، ورنہ اس ''توحید'' نے جو کبھی شیطان کے سجدے میں حائل ہوئی تھی، گستاخان رسول پیدا کیئے اور اس نے بڑی بڑی گستاخیوں کے دروازے کھول دیئے۔ مثلاً حضور خاتم النبیین ﷺ کو معاذ اللہ ''سید'' نہیں کہنا چاہیئے۔ انہیں یہ شیطانی عقیدہ گھڑنا تھا اسلئے اسے ایک حدیث کے دو الفاظ بھی مل گئے۔

'' السید اللہ '' (ابوداؤد) ترجمہ: (حقیقی) سید تو اللہ ہے

اس حدیث سے ثابت کر دکھایا کہ خدا کے سوا کسی کو بھی ''سید'' نہیں کہنا چاہیئے مگر کثیر التعداد احادیث کو جن میں حضور پاک ﷺ نے سید کا لفظ خدا کے سوا دوسروں کیلئے اختیار تھا، بلکہ قرآن پاک نے جو حضرت یحی علیہ السلام کو سید کہا تھا۔ اسے بھی مطلب کے خلاف ہونے کی بنا پر نظر انداز کر دیا گیا۔ غور

Mufakkir-e-Islam Research Center Islamabad

فرمایئے۔ شان نبوت کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والوں کا یہ عالم ہے عام انداز ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' اس کو کہتے ہیں حضور پاک ﷺ کو ''سید'' کہنے سے بھی ان کی توحید کا آبگینہ ٹوٹ جاتا ہے۔ سو دل تو یہ ہے کہ جیسے حضور انور ﷺ نے ایک بار السید اللہ (یعنی حقیقی سید صرف اللہ ہے) فرمایا اور عقل سرکش نے یہ نتیجہ نکالا کہ اللہ کے سوا کسی کو سید نہیں کہنا چاہئے، یہ توحید کے خلاف ہے، اس طرح اسی ابوداؤد شریف کی ایک اور حدیث پاک میں الطیب اللہ (طیب اللہ ہی ہے) بھی تو ہے، اب اگر وہی معیار ہے تو اعلان کرنا چاہئے کہ لفظ طیب بھی اللہ کے سوا کسی پر نہیں بولا جا سکتا۔ اور اگر ''طیب'' پر کوئی پابندی نہیں تو لفظ ''سید'' کے استعمال پر کوئی قدغن نہیں ہونی چاہئے، جبکہ بالخصوص قرآن پاک اور کثیر التعداد احادیث میں وارد ہے۔

چلو بغرض محال ہم مان لیتے ہیں کہ واقعی اللہ کے سوا کسی اور کو سید نہیں کہنا چاہئے اور کہا جائے تو شرک لازم آتا ہے تو اسی کتاب کے سرورق پر مصنف کا نام سید محمد اسماعیل شاہ صاحب لکھنے کی کیا تک ہے۔ جب یہ لفظ اللہ کے محبوب اعظم حضور رحمت عالم ﷺ کیلئے بھی نہیں بولا جا سکتا تو اسماعیل دہلوی کیلئے کیوں جائز ہے۔ کیا اسماعیل خدا ہے۔ یعنی مگر یہ صرف اللہ کیلئے تو اسماعیل کو اس میں کیوں شریک کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کا ذکر تھا، وہاں ''بشر کی سی تعریف بلکہ اس میں بھی اختصار'' مقصود تھا اور جب اپنی باری آئی تو خدا سے مل گئے پھر عجیب بات یہ بھی ہے کہ حضرت معروف معنی میں سید بھی نہیں بلکہ فاروقی ہیں۔ کتنا غضب ہے خود سید نہ ہونے کے باوجود سید بن بیٹھے اور جو سید ولد آدم، سید الانبیا، سید المعصومین اور سید العالمین، ﷺ ہیں۔ یہی ایک مثال نہیں بلکہ ان کا گندہ اور بے نور عقیدہ ''توحید'' بار بار اس کے نظائر پیش کرتا ہے۔

اسماعیلی توحید کے ایسے نظائر کو دیکھنا ہو تو ان کی دونوں کتابوں کو سامنے رکھیں یعنی تقویت الایمان اور صراط مستقیم کو۔ اپنے اور پیر کے مناقب کا ڈھونگ رچانا تھا تو صراط مستقیم لکھی گئی۔ اور حضور سرور عالم ﷺ کے فضائل کا انکار کرنا مقصود تھا تو معرض وجود میں آئی اکثر وہ باتیں جنھیں تقویت الایمان میں شرک کہا گیا ہے۔ سید احمد بریلوی کی شان میں ممکن بلکہ واقع ہوگئی ہیں مگر اسی صراط مستقیم میں تصور کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ چند گھٹیا اور ناپاک چیزوں کے نام لکھ کر یا وضاحت کی گئی ہے کہ ان کا تصور نماز میں آ جائے تو نہیں ٹوٹتی اور حضور پرنور ﷺ کا خیال آ جائے تو ٹوٹ جاتی ہے اور ٹوٹتی بھی اس طرح ہے کہ ایک رکعت میں آئے تو چار رکعات پڑھنی چاہئیں اور یونہی چار رکعت میں آئے تو سولہ پڑھنی چاہئیں۔

تمام مسلمانوں کو شرک و بدعت کے گھاٹ اتارنے والوں سے کون پوچھے کہ یہ مسئلہ یعنی ایک میں تصور آ جائے تو چار پڑھے اس سے پہلے کس کتاب میں آیا اور جناب محمد اسماعیل صاحب سے پہلے کس مجتہد، فقیہ اور عالم دین نے بیان کیا ہے بلکہ تمہارے طرز سوال کی روشنی میں قرآن کی کسی آیت یا بخاری شریف کی کس روایت میں آیا ہے۔ پھر یہ بھی ارشاد فرمایئے کہ جو شخص نماز کے بارے میں ایک مسئلہ اپنی طرف سے گھڑ لیتا ہے۔ اسے بدعتی کیوں نہیں کہیں گے۔

بدعت کا ذکر آ نکلا ہے تو سنئے اس کا توڑ ہے۔ سنت یعنی جو طریقہ حضور پرنور ﷺ سے صحابہ کرام نے اور صحابہ کرام سے تابعین اور ان سے تبع تابعین نے سیکھا، وہی سیدھا راستہ سنت ہے۔ سواد اعظم اسی راستے پر چلنے والی امت کی سب سے بڑی جماعت ہے۔ فرقہ واریت کا علاج جماعت ہے اور بدعت کا مداوا سنت۔ اسی لئے سواد اعظم کا نام اہل سنت و جماعت (اهل السنة والجماعة) بھی ہے۔ اس نام سے ظاہر ہے کہ اہل سنت و جماعت کوئی فرقہ نہیں اور نہ فرقہ واریت کا مرتکب بلکہ جماعت ہے اور جماعت بھی وہ جس پر اللہ کا ہاتھ ہے (اسی ہاتھ کی برکت سے وہ حق پر بھی ہے اور دوسرے فرقوں کی طرح مکمل فنا سے بھی محفوظ) یونہی اہل سنت و جماعت کا تعلق بدعت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ بدعتی وہ ہے جو اہل سنت و جماعت کے خلاف عقیدہ اختیار کرتا ہے اور اس کے مقابلے میں نئی فکری راہ نکالتا ہے۔ مزید اطمینان کیلئے دیکھئے صرف دو ارشادات، ایک میں لفظ سنت کی تصریح ہے اور دوسرے میں لفظ جماعت کی۔

۱۔ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنة رسولہ (الموطا)

ترجمہ: میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑ دیں، جب تک تم ان دونوں پر عامل رہو گے، گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔

۲۔ ان الشیطن ذئب الانسان کذئب الغنم یا خذ الشعاب و علیکم بالجماعة و العامة (احمد)

ترجمہ: شیطان انسان کیلئے اس بکری کے بھیڑیے کی طرح ہے جو گلے سے بچھڑ جانے والی، گلے۔

مختصر یہ کہ اہل سنت و جماعت وہی گروہ ہے جسے احادیث میں سواد اعظم بھی کہا گیا ہے اور جس کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ بدعتی لوگ فطرتاً اس کے مخالف ہیں مگر کمال سینہ زوری سے اپنا نام اسے دینے کی کوشش کرتے ہیں یعنی خود بدعتی ہیں مگر اپنی بجائے اہل سنت کو بدعتی کہتے ہیں۔ بلکہ اسے کافر و مشرک کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے، حق یہ ہے کہ انہیں توحید و شرک کی سمجھ ہے نہ سنت و بدعت کا فرق جانتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جانتے ہوں مگر محض

Muhakik-e-Islam Research Center Islamabad

عیسائی سے توحید، شرک میں جو اچھا نام تھا۔ خود لے لیا اور دوسرا دوسروں کو دے دیا۔ یعنی خود توحید کے ٹھیکیدار بن گئے تو تمام مسلمانوں کو شرک مرتکب ٹھہرایا اور یونہی بدعتی ہونے کے باوجود خود کو سنی ظاہر کیا اور جو سنی تھے انہیں بدعتی قرار دیا۔

ہاں ہاں ساری مسلمان امت کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونا چاہئے یقیناً یہی تقاضا ہے موجودہ حالات میں اسلام کی سربلندی کیلئے کی جانے والی ہر کوشش کا۔ مگر وہ لوگ جنہیں اپنے نبی (ﷺ) سے ہی بغض ہو انہیں اسلام سے کیا محبت ہوگی، حق یہ ہے نبی ﷺ سے تعلق توڑ کر انہیں خدا سے، قرآن سے، اسلام سے یا امت مسلمہ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اگر وہ اپنا تعلق ظاہر کرتے ہیں، قرآن پاک پڑھتے ہیں، نمازوں کے پابند ہیں، روزہ دار ہیں، یا جہاد کا نام لیتے ہیں۔ تو یہ سب کچھ محض دکھاوا ہے اور دوسروں کو پھنسانے کیلئے جال ہیں۔ بقول شاعر

تسبیح تو نے ڈال کے گردن میں اے صنم
کھینچا ہما کو مرغ مصلی کے جال میں

بلاشبہ ''جہاد'' کا جذبہ عشق رسول ﷺ سے ہی پیدا ہوتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس عشق میں چور تھے، اس لئے بڑے بڑے لشکروں سے ٹکرا جاتے تھے، اسی عشق کی برکت سے انہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے آدھی سے زیادہ دنیا کو فتح کر لیا اور ان کی حیران کن قوتیں اسی جذبہ عشق کی مرہون منت تھیں۔

حضرت اقبال علیہ الرحمہ نے جناب طارق بن زیاد رضی اللہ عنہ کی دعا کا آزاد و منظوم ترجمہ کرتے ہوئے فرمایا:

یہ غازی، یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی!

غرض مرد مومن کی تمام روحانی قوتیں جذبہ ایمان سے پیدا ہوتی ہیں۔ ایمان نہ ہو تو انسان مٹی کا ڈھیر ہے اور درندوں سے بھی گیا گزرا۔ اور ایمان کیا ہے۔ محبت رسول ﷺ کا دوسرا نام ہے، اگر آج کوئی موثر رہنما واقعی سچے دل سے اسلام کی خدمت کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنی ملت کو جذبہ عشق رسول ﷺ سے سرشار کرنا ہوگا اور اقبال علیہ الرحمہ کی طرح اسے غیبی اشارہ سمجھتے ہوئے قوم کو تلقین کرنا ہوگی۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

ملت کی ترقی و سربلندی ہی اس جذبہ عشق پر منحصر نہیں، اس کے وجود و نمود اور تشکیل و بقا کا دارومدار بھی اسی پر ہے۔

☆✪☆✪☆

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

ہے''۔

یہ ایک غیر مقلد محقق عالم کا حدیث ابن مسعود کے بارے میں دوٹوک اور واضح فیصلہ ہے کہ

''قوی و مضبوط بات یہی ہے کہ وہ بلاشبہ ثابت ہے''۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

ساتویں شہادت: برصغیر میں فرقہ غیر مقلدین کے رئیس الطائفہ، و شیخ الکل مولوی میاں نذیر حسین دہلوی بالقابہ کے نامور شاگرد شیخ ابو عبدالرحمٰن محمد الفنجانی اپنے ضمیر کا انصاف، قرطاس

غیر مقلدین کے ممدوح، اور نہایت قدآور محدث و ناقد، علی بن احمد بن سعید بن حزم ظاہری نے اسی حدیث ابن مسعود کے بارے میں پوری صراحت کے ساتھ لکھا کہ:'' قد صحّ''یعنی (یہ حدیث، بے شک صحیح ہے)

پہ نقش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے گا۔

''ولا نصاف فی هذا المقام انه لا سبیل الی رد روایات الرفع برویة ابن مسعود و فعله و أصحابه و دعوی عدم ثبوت الرفع ولا الی رد روایات الترک بالکلیة و دعوی عدم ثبوته، و لا الی دعوی نسخ الرفع مالم یثبت ذلک بنص عن الشارع، بل یوفی کل من الا مرین حظه و یقال کل منهما ثابت و فعل الصحابة والتابعین مختلف و لیس احدهما بلازم یلام تارکه القول یزجحان ثبوت الرفع عن رسول الله ﷺ''۔

(التعلیقات السلفیة علی سنن النسائی، عطاء اللہ بھوجیانی، کتاب الافتتاح، باب رفع الیدین عندالرفع من الرکوع، تحت حدیث: ۱۰۵۶، ۱/ ۱۲۶ طبع المکتبۃ السلفیۃ، لاہور)۔

''اس مقام پہ انصاف کی بات یہ ہے کہ ابن مسعود کی روایت اور ان کے عمل اور ان کے اصحاب کے عمل کو رد نہیں کیا جاسکتا ہے، اور نہ رفع یدین کا ثبوت نہ ہونے کا دعوی درست ہوسکتا، اور نہ ہی ترک رفع یدین کی روایات کے غیر ثابت ہونے کا دعوی ممکن ہے۔ اور رفع یدین کے منسوخ ہونے کا دعوی بھی درست نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ یہ صاحب شریعت ﷺ کی نص ثابت نہ ہو۔ بلکہ دونوں باتوں (رفع اور ترک رفع) میں سے ہرایک کو اپنا اپنا حصہ پورا دیا جائے گا، اور کہا جائے گا کہ دونوں روایتوں میں سے ہرایک روایت ثابت و صحیح ہے۔ اور صحابہ و تابعین کا عمل اس بارے میں مختلف ہے، اور رفع یدین کرنے، اور رفع یدین نہ کرنے، میں سے کوئی امر بھی ایسا ضروری نہیں کہ اس پر عمل پیرا نہ ہونے والا قابل ملامت ہو۔ ہاں رسول اللہ ﷺ سے ثبوتِ رفع (غیر مقلدین کے نزدیک) راجح ہوگا''۔

اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ غیر مقلد، بہت بڑے عالم کی تحقیق کے مطابق:

(الف)۔ ترکِ رفع یدین کی روایات، خصوصاً روایت ابن مسعود صحیح و ثابت ہیں اور نہیں رد کردینا یقیناً بے انصافی و ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ ظلم سے بچائے! خصوصاً احادیث نبویہ پہ ظلم کرنے سے۔

(ب)۔ نصِ شارع کے بغیر رفع یدین کے منسوخ ہوجانے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا، (ہم کہتے ہیں کہ یہ نص، مذکورۃ الصدر پہلی پانچ روایات کے اندر، حدیث جابر بن سمرہ میں صراحۃً موجود ہے۔ جہاں حضور ﷺ نے نماز کے اندر رفع یدین کرتے ہوئے بعض صحابہ کرام کو دیکھ کر اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا، اور انہیں نماز کے اندر سکون اختیار کرنے کا حکم دیا۔ ۱۲ محمد اشرف القادری)۔

(ج)۔ نماز کے اندر رفع یدین کرنا غیر مقلدین کے اکابر محققین کے نزدیک کوئی ضروری بات نہیں۔ اور نہ ہی رفع یدین کا ترک ان کے نزدیک کوئی قابل ملامت امر ہے۔

غیر مقلد بڑے محقق عالم کا یہ فرمان ان جذباتی قسم کے غیر مقلدین کے لئے بلاشبہ ایک لمحہ فکریہ ہے، جو ترک رفع یدین کی روایت ابن مسعود و دیگر ایسی روایات کو ضعیف کہہ کر بیک جنبش زبان بالکل مسترد کردیتے، اور رفع یدین نہ کرنے والوں کی نمازیں باطل و برباد قرار دیتے ہیں۔ آخر صحابہ کرام وائمہ، تابعین میں بھی بغیر رفع یدین کے نماز پڑھنے والے تھے، تو کیا ان مقدسین کی نمازیں بھی باطل تھیں؟

آٹھویں شہادت: غیر مقلد عالم مولوی محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مزید لکھتے ہیں:

'' قد صححه بعض اهل الحدیث''۔

(التعلیقات السلفیة علی سنن النسائی، عطاء اللہ بھوجیانی، کتاب الافتتاح، ترک ذلک ای رفع الیدین للرکوع حذو المنکبین، تحت حدیث ۱۰۲۷، ۱/ ۱۲۳، طبع المکتبۃ السلفیۃ، لاہور)

''کئی اہل حدیث نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے''۔

نوویں شہادت: عصر حاضر کے سب سے بڑے حدیث کے غیر مقلد عالم شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حدیث ابن مسعود کے بارے میں اپنا فیصلہ سناتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' و الحق انه حدیث صحیح، و اسناده صحیح علی شرط مسلم، ولم نجد لمن اعله حجه یصلح التعلق بها ورد الحدیث من اجلها، و قد فصلت هذا الاجمال فی صحیح السنن''۔ (مشکوٰۃ المصابیح تحقیق البانی کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ الفصل الثالث تحت حدیث

Mufakkir-e Islam Research Center Islamabad

۸۰۹ جلد ۱ص ۲۵۴ بیروت)

''اور حق یہی ہے کہ بے شک یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اس کی اسناد شرائط مسلم کے معیار پر صحیح ہے اور جس نے اسے معلول کہا، اس کی دلیل کو ہم نے ایسا نہ پایا کہ اس کے ساتھ چمٹے رہنا درست ہو، اور اس کی وجہ سے حدیث ابن مسعود کو مسترد کر دیا جائے۔

میں نے اس اجمال کی تفصیل ''صحیح السنن'' میں بیان کر دی ہے۔

دسویں شہادت: علامہ احمد محمد شاکر غیر مقلد کے غیر مقلد شاگرد، شیخ شعیب الارنوط، حدیث ابن مسعود کے صحیح ہونے کا اعلان حق درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

''رجاله ثقات رجال الشیخین غیر عاصم بن کلیب فمن رجال مسلم''۔

''اس کے روای ثقہ ہیں، جو کہ بخاری اور مسلم کے روای ہیں، لیکن عاصم بن کلیب مسلم کے راویوں میں سے ہیں''

گیارہویں شہادت: یہی غیر مقلدین کے محقق محدث، حدیث ابن مسعودؓ کی ایک روایت کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''و ھذا اسناد صحیح علی شرط مسلم، وقال الترمذی ھذا حدیث حسن''۔

''یہ اسناد مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے''۔

بارہویں شہادت: مشہور غیر مقلد محقق و ناقد عالم، علامہ احمد محمد شاکر ایک اور مقام پہ حدیث ابن مسعود کی تصحیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں '' و ھو حدیث صحیح، وحسنه الترمذی''

''اور یہ صحیح حدیث ہے، اور ترمذی نے اسے حسن کہا''۔

تیرھویں و چودھویں شہادت: انہی علامہ احمد محمد شاکر غیر مقلد کے دو غیر مقلد شاگرد نمبر ۱ علامہ شعیب الارنوط، نمبر ۲ علامہ محمد زہیر الشاویش لکھتے ہیں '' حسنه الترمذی و صححه غیر واحد من الحفاظ، و ما قالوه فی تعلیله لیس بعلة''

''ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا، اور بہت سے حفاظ حدیث نے اسے صحیح کہا۔ اور جو کچھ بعض حضرات نے اسکی تعلیل میں کہا ہے، وہ درحقیقت علت نہیں''۔

پندرھویں شہادت: غیر مقلدین کے ایک اور عالم، شیخ محمد خلیل ہراس بھی اس حدیث کی توثیق و تصحیح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: '' و ھو حدیث صحیح، و حسنه الترمذی''۔

''اور وہ صحیح حدیث ہے۔ اور ترمذی نے اس کی تحسین کی ہے''۔

سولہویں شہادت: علامہ شیخ احمد محمد شاکر مزید لکھتے ہیں: '' و ھذا الحدیث صححه ابن حزم فی المحلی و غیره من الحفاظ و ھو حدیث صحیح، و ما قالوه فی تعلیله لیس بعلة''۔

''اس حدیث کو غیر مقلدین کے نہایت بلند پایہ امام ابن حزم الظاہری نے ''المحلی'' میں، اور ان کے علاوہ دیگر حفاظ نے بھی صحیح کہا ہے۔ اور وہ واقعی صحیح حدیث ہے اور جو کچھ لوگوں نے اس کی تعلیل میں کہا ہے، وہ کوئی عیب نہیں''۔

سترہویں شہادت: غیر مقلدین کے ایک اور بڑے محدث و محقق عالم، علامہ احمد عبدالرحمٰن البنا، الساعاتی المصری، حدیث ابن مسعود کے بارے میں اپنا فیصلہ سناتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

'' اما حدیث الباب فسنده جید''۔

''حدیث باب (حدیث ابن مسعود) کی سند جید و عمدہ ہے''۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ یہ پوری سترہ شہادتیں ہیں، جو غیر مقلدین کے اساطین و اکابر علماء محققین نے ''رفع یدین نہ کرنے کی'' حدیث ابن مسعود کے صحیح و ثابت ہونے کے بارے میں اپنے قلم سے جاری کیں۔ ان کی پانچ شہادتیں پہلے بیان ہو سکیں۔ تو یہ کل بائیس شہادتیں ہو گئیں، جو کہ سب کی سب غیر مقلدین کے خود اپنے گھر کی ہیں۔ اگر دیگر محدثین کرام سے بھی اس حدیث کی تصحیح و توثیق نقل کی جائے۔ تو تصحیح کرنے والوں کی تعداد بلا مبالغہ سینکڑوں تک پہنچ جائے۔ وللہ الحجۃ السامیۃ۔

اور لیجیے! اب کتب ستہ (حدیث کی چھ مشہور کتب) سے دو روایتیں اور ملاحظہ فرمائیے گا!

(۱۱)۔ ابوداؤد کہتے ہیں:

'' حدثنا محمد بن الصباح البزاز، ناشریک، عن یزید بن ابی زیاد، عن عبدالرحمن ابن ابی لیلی، عن البراء، ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم کان اذا افتتح الصلواة رفع یدیه الی قریب من اذنیه، ثم لا یعود''۔

''ہم سے محمد بن صباح البزاز نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شریک نے بیان کیا، انہوں نے یزید بن ابی زیاد سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے، انہوں نے برآء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت نماز کو شروع کرتے، تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں کے قریب تک اٹھاتے، پھر دوبارہ ایسا نہ کرتے''۔

(۱۲)۔ ابوداؤد مزید لکھتے ہیں

''حدثنا حسین بن عبدالرحمن، انا وکیع، عن ابن ابی لیلیٰ، عن اخیه عیسی، عن الحکم، عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، عن البرآء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنه قال رایت رسول اللہ ﷺ رفع یدیه حین افتتح الصلوة، ثم لم یرفعها حتی انصرف''۔ (السنن، ابوداؤد، کتاب الصلواة، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، ۱/ ۱۰۹، طبع نور محمد اصح المطابع، کراچی)

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

"ہم سے حسین بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں وکیع نے خبر دی، انہوں نے (محمد بن عبدالرحمٰن) بن ابی لیلیٰ سے، انہوں نے اپنے بھائی عیسیٰ سے، انہوں نے حکم سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے، انہوں نے برآء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے جب نماز شروع کی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا، پھر آپ نے اس کے بعد اپنے ہاتھ نہ اٹھائے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو گئے"۔

حدیث برآ بن عازب کی درج بالا دونوں روایتوں کو بیان کرنے کے بعد، ابوداؤد نے کہا: 'ھذا الحدیث لیس ، لصحیح'' یعنی (یہ حدیث صحیح نہیں)۔ غیر مقلدین کے محدث اعظم شیخ محمد ناصرالدین الالبانی کے شاگرد معتمد خاص علامہ زہیر الشاویش نے ابوداؤد کی روایت کردہ حدیث برآء کو صحیح قرار دیا — اور دونوں نے درست کہا۔ کیونکہ اصطلاح محدثین میں صحیح کی دو قسمیں ہیں: اول صحیح لذاتہ، دوم صحیح لغیرہ۔ چنانچہ ابوداؤد نے صحیح کے پہلے درجے کے پیش نظر فرمایا کہ "یہ حدیث صحیح نہیں ہے"۔ اور الاستاذ شاویش نے بلحاظ درجہ دوم کہا کہ "صحیح ہے" لہٰذا دونوں میں کچھ تعارض نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ درج بالا حدیث برآء کثیر محدثین کی اصطلاح و اصول پر درجہ اول کی حسن، اور درجہ دوم کی صحیح، یعنی "حسن لذاتہ، اور صحیح لغیرہ" ہے۔ فافھم۔

لیجئے! یہ رسول اللہ ﷺ سے نماز کے اندر رفع یدین نہ کرنے کی احادیث کی بارہ عدد روایات "کتب ستہ" کے حوالے سے مکمل ہوئیں۔

فالحمد للہ حمدا کثیرا طیباً مبارکاً فیہ و بنعمتہ تتم الصلحٰت۔

'اشارہ' ایک مغالطے کے ازالے کی طرف:

حدیث پاک میں ہماری پیش کردہ "روایت نمبر ۱" کو ہمارے مخالفین نماز سے سلام پھیرنے کے موقعہ پہ چسپاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ وقتِ سلام کے لئے صحیح مسلم میں آگے ایک علیحدہ مستقل حدیث موجود ہے۔ جبکہ یہ حضرات ان دونوں حدیثوں کو ایک ہی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ دو الگ الگ حدیثیں ہیں۔ چنانچہ ہماری پیش کردہ حدیث یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ جابر فرماتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا ---" اور اسلام پھیرنے سے متعلق حدیث ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے: جابر کہتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو کہتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم و رحمۃ اللہ اور اپنے ہاتھ سے دائیں بائیں اشارہ کر کے دکھایا ---" معمولی سی سمجھ رکھنے والا آدمی بھی دونوں حدیثوں کے آغاز پر ایک نظر ڈالنے کے بعد سمجھ سکتا ہے کہ پہلی روایت اور واقعہ سے متعلق ہے اور دوسری روایت میں کوئی اور واقعہ بیان کیا گیا ہے، پہلی حدیث اور ہے، دوسری اور۔ لہٰذا دو مختلف حدیثوں کو ایک قرار دینا محض غلطی یا مغالطہ ہے۔ چنانچہ ہمارے اکابر ائمہ محدثین نے بھی اس مغالطے کو دوٹوک الفاظ میں مسترد کیا ہے، امام

محدث و ناقد کبیر علامہ علی القاری نے فرمایا "الظاھر انھما حدیثان"۔ "ظاہر ہے کہ یہ دو حدیثیں ہیں"۔ اور امام حافظ و ناقد حدیث، محدث شہیر فی الآفاق علامہ بدرالدین العینی فرماتے ہیں: "فالحدیث الثانی غیر الحدیث الاول قطعاً"۔ "تو دوسری حدیث قطعاً پہلی حدیث کے علاوہ اور ایک علیحدہ حدیث ہے)۔ دیکھئے "شرح النقایہ" و "مرقاۃ شرح مشکوۃ" "البنایہ شرح ھدایہ" واللہ یقول الحق و یھدی السبیل۔

لحمہ فکریہ:

سوال میں حدیث شریف کی "چھ کتب" سے جواب دینے کی پابندی عائد کی گئی جسے ہم نے بفضلہٖ حرف حرف پورا کر دیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جواب معتبر احادیث سے مطلوب ہے تو وہ اصولاً کسی بھی حدیث کی کتاب سے دکھلایا جائے تو ایک صاحب ایمان کو اس سے گریز نہیں ہونا چاہیے، صاحب حدیث علیہ السلام پر ایمان کا یہی تقاضہ ہے۔ اس کے باوجود صرف چھ کتابوں کی قدر کیوں؟

سوال یہ ہے کہ جواب معتبر احادیث سے مطلوب ہے تو وہ اصولاً کسی بھی حدیث کی کتاب سے دکھلایا جائے تو ایک صاحب ایمان کو اس سے گریز نہیں ہونا چاہیے، صاحب حدیث علیہ السلام پر ایمان کا یہی تقاضہ ہے۔ اس کے باوجود صرف چھ کتابوں کی قدر کیوں؟

جبکہ ہزار ہا صحیح حدیثیں "کتب ستہ" سے باہر دیگر کتب احادیث میں بحمدہٖ تعالیٰ مسطور و مزبور ہیں جس پر اکابر ائمہ محدثین کی زبردست شہادتیں اور تحریرات موجود ہیں۔

چنانچہ مشہور محدث و ناقد علامہ شمس الدین الذھبی نے امام بخاری کا یہ قول بڑے افتخار کے انداز میں نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

'احفظ مائۃ الف حدیث صحیح، و احفظ مائتی الف حدیث غیر صحیح' (تذکرۃ الحفاظ للذھبی ۹۵۷۸ ۱۳۰۱ البخاری) (۵۵۶/۶) طبع دار احیاء التراث العربی بیروت)

حالانکہ بخاری علیہ الرحمۃ اپنی "صحیح

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

البخاری'' میں بحذف مکررات کوئی چار ہزار احادیث لائے ہیں۔ اور باقی چھیانوے ہزار (۹۶۰۰۰) احادیث ایسی ہیں جو کہ انکی ''صحیح'' میں موجود نہیں ہیں یہ امام بخاری کی احادیث کا حال ہوا۔

اس طرح مسلم تو ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ اور ان کے علاوہ حدیث شریف کے ہزاروں ائمہ وحفاظ کرام کو جو صحیح حدیثیں یاد تھیں، جن کا انہوں نے اپنی بے شمار تصنیفات میں تذکرہ کیا یا شاگردوں کے سامنے بیان کیا، ان کی کثیر در کثیر تعداد کا اگر اندازہ کیا جائے تو بتلایئے! صحیح احادیث کی تعداد کہاں تک پہنچے گی؟ اللہ اکبر۔

''کتب ستہ'' میں کل احادیث مقصودہ کی تعداد میں مکررات کچھ کم وبیش تیس (۳۰۰۰۰) ہزار کے لگ بھگ ہے۔ اور مکررات کے بغیر حساب لگایا جائے تو یہ تعداد بالکل تھوڑی رہ جاتی ہے چنانچہ لازہر یونیورسٹی آف اسلام، قاہرہ کے ایک مشہور بہت بڑے محقق ومحدث، شیخ سید منصور علی ناصف ''نے اپنی کتاب ''التاج الجامع للاصول'' میں پوری تلاش وجستجو سے ''کتب ستہ'' (ماسوائے ابن ماجہ) تمام احادیث کو ایک ترتیب سے یکجا کیا تو ان کی کل تعداد پانچ ہزار آٹھ سو سیتاسی (۵۸۸۷) حدثیں بحذف مکررات ہوئی۔ حالانکہ شیخ موصوف نے'' کتب ستہ سے باہر کی بھی بہت سی حدثیں حسب ضرورت اپنے اس مجموعے میں شامل کیں۔

خدارا! ذرا غور فرمایئے گا ان چھ کتابوں کے علاوہ احادیث نبویہ کے بے شمار مجموعے، اور ہزارہا کتابوں'' میں حدیث دکھلانے پر اصرار، کہیں باقی ہزار ائمہ محدثین وحفاظ حدیث کی محنتوں کے ثمرات موجود ہوتے ہوئے، صرف انہی ''چھ بے شمار احادیث نبویہ، صحیحہ وہزاروں ائمہ حدیث کی عمر بھر کی کاوشوں کے خلاف اعلان بغاوت تو نہیں ؟ ہزار حیف ہے کہ کچھ حلقے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کی خاطر، سادہ لوح مسلمانوں کو ایسے لایعنی مطالبات سکھلا کر، درحقیقت احادیث نبویہ صحیحہ کے بڑے ذخیرے کے خلاف۔ لاشعوری انداز میں، ان کے دلوں میں نفرت وانکار کا بیج بو رہے ہیں۔ ؟ ہزار حیف

اللہ تعالیٰ اس تحریک کے خطرناک مضمرات سے میرے سیدھے سادے مسلمانوں کو محفوظ فرمائے، آمین! بحرمة سید المرسلین ﷺ

اظہار تشکر

ادارہ الحقیقہ جناب قیصر افتخار ملک کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے اس شمارے کی اشاعت میں خصوصی تعاون کیا۔

(ادارہ)

Mufakkir-e-Islam Research Center Islamabad

۱۔ ہر جائز کام بسم اللہ سے شروع کرنا مستحب ہے، ناجائز کام پر پڑھنا منع ہے اگر کوئی شخص بسم اللہ کہہ کر شرب پئے، چوری کرے، غیبت کرے، جھوٹ بولے تو کفر کا اندیشہ ہے۔

۲۔ چونکہ بسم اللہ شریف کسی سورت کا جز نہیں بلکہ سورتوں میں فاصلہ کرنے کیلئے اتاری گئی، اس لئے اسے نماز میں آہستہ پڑھنی چاہئیے، ہاں جو حافظ تراویح میں پورا قرآن ختم کرے وہ ضرور کسی نہ کسی سورت کے ساتھ اسے زور سے پڑھے۔

۳۔ جب مردہ قبر میں اتار اجائے تو اتارنے والے یہ پڑھتے جائیں. بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ

درس حدیث

اخلاص نیت:

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انما الاعمال بالنیات و انما لا مر مانوی فمن کانت ھجر ته الی اللہ و رسولہ فھجرتہ الی اللہ و رسولہ و من کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا اوامرۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ما ھا جرالیہ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: روایت ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے، ان کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعمال نیتوں پر ہی منحصر ہیں اور بلاشبہ ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی، سو جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو تو اس کی ہجرت (واقعی) اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہی ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اسے حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف ہو کہ اس سے نکاح کرے۔ اس کی ہجرت اسی طرف ہو گی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

توضیح: اس حدیث پاک میں اخلاص نیت و عمل کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ حضور پر نور ﷺ کے ارشاد عالی کی روشنی میں اعمال کے قبول ورد کا سارا دارومدار نیت کی اچھائی اور برائی پر ہے۔ اگر نیکی کرنے والا اپنی نیکی سے خداوند کریم اور اس کے حبیب کریم ﷺ کو راضی کرنا چاہتا ہے اور ان کی رضا کے سوا کوئی مقصد نہیں ہے تو نیکی قبول ہے اور اخلاص کے مطابق اس کا بہت زیادہ ثواب بھی ہے۔ اگر اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو راضی کرنے کا کوئی جذبہ نہ ہو بلکہ کسی دنیوی مقصد کے لئے نیکی کی ہے تو اجر و ثواب سے محروم رہے گا۔ پھر ہادی اعظم ﷺ نے اسے مثال سے سمجھایا ہے۔ دو شخص ہجرت کرتے ہیں۔ یعنی اپنا وطن چھوڑ کر کسی اور علاقے میں چلے جاتے ہیں، ایک اس لئے ہجرت کرتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل ہو۔ اور دوسرا دنیا کمانے کے لئے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے وطن چھوڑتا ہے۔ دوسرا بظاہر 'مہاجر' ہونے کے باوجود ہجرت جیسے عظیم عمل کے اجر و ثواب سے محروم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی عمل اسی وقت نیکی بنتا ہے جب عمل کرنے والے کی نیت صاف و پاک ہے اور اس اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی رضا کے سوا کوئی جذبہ نہ ہو۔

حضور پر نور ؑ نے گویا مثال دے کر واضح فرما دیا کہ جب ہجرت جیسا عمل بھی حسن و خلوص نیت کے سوا بیکار ہے تو عام اعمال کا ذکر ہی کیا۔

عام محدثین کرام علیہم الرحمہ نے اس حدیث پاک کو بڑی اہمیت دی ہے، حضرت امام بخاری قدس سرہ جیسی شخصیت نے اسے سب سے پہلے نقل فرمایا ہے۔ مقصد یہ کہ بخاری شریف کی تدوین کے دوران یہ ارشاد گرامی پیش نظر رہے۔ اور نیت میں کوئی فتور نہ آنے پائے، اکثر دوسرے محدثین بھی اسی پر عمل پیرا رہے ہیں ریاض الصالحین میں امام نووی قدس سرہ نے بھی سب سے پہلے اسی اخلاص عمل کا باب باندھا ہے اور اس کا نام رکھا ہے "باب الاخلاص و احضار لنیة فی جمیع الاعمال والاقوال والاحوال البارزۃ والخفیة" یعنی تمام اعمال، اقوال اور ظاہری و باطنی احوال میں اخلاص اور نیت کو پیش نظر رکھنے کا باب۔ اس میں مصنف نے تین آیات اور بارہ روایات سے اخلاص کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ اسی باب کی ایک آیت اور چند روایات کا ترجمہ نذر قارئین ہے۔

لن ینال اللہ الحمومھا ولا دماء ھا ولکن ینالہ التقوی منکم (الحج۔ آیت ۴۳۲)

ترجمہ۔ نہیں پہنچتے اللہ تعالیٰ کو ان کے گوشت اور نہ ان کے خون البتہ پہنچتا ہے اسکے حضور تقویٰ تمہاری طرف سے (یعنی خلوص نیت)۔

اب چند روایات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک سے لوٹے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا' ہمارے پیچھے مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ ہم جس گھاٹی سے گزرے یا جس وادی کو بھی عبور کیا، وہ ہمارے ساتھ تھے۔ انہیں عذر نے ہمارے ساتھ نہ آنے دیا (بخاری)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا

ان اللہ لا ینظر الی اجسامکم ولا الیٰ صورکم ولکن ینظر الیٰ قلوبکم (مسلم)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نہ تمہارے جسموں کو دیکھتا ہے اور نہ تمہاری صورتوں کو، بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

۳۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا ایک شخص بہادری دکھانے کے لئے جنگ کرتا ہے، ایک حمیت و غیرت دکھانے کے لئے لڑتا

Mufakkir-e-Islam Research Center Islamabad

ہے اور ایک محض دکھاوے کی خاطر قتال کرتا ہے، ان میں سے اللہ کی راہ میں کون لڑ رہا ہے، تو حضور ﷺ نے فرمایا'' من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله ''۔ (بخاری مسلم)

ترجمہ: جو اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ (یعنی دین) سر بلند ہو، اسی کی جنگ اللہ کی راہ میں ہے۔

۴۔ حضرت ابو بکرہ نفیع بن حارث ثقفی راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا، جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے ایک دوسرے کا مقابلہ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے، میں نے عرض کیا 'یا رسول اللہ! قاتل کا دوزخ میں جانا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن مقتول کے لئے یہ حکم کیسے؟ فرمایا 'وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا (بخاری و مسلم)

لمحہ فکریہ

(مراسلہ غلام سرور گھمن)

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک صاحب لولاک ﷺ کی امت پر نہایت مہربان ہے۔ اسی لیے اس نے اس امت کو کچھ عظیم دن اور راتیں عطا فرمائیں۔ جن کے نورانی لمحات میں تھوڑی سی عبادت و ریاضت بھی صدیوں کی عبادت و ریاضت سے زیادہ ہے۔ ان میں شب برات کا خصوصی مقام ہے۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ امت مسلمہ نے انگریزی اور ہندی تہذیب کے پیچھے چل کر اس رات کے تقاضوں کو فراموش کر دیا ہے۔ اور کچھ لوگ اس رات کی بے حرمتی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ ادھر دھماکے ہو رہے ہیں تو ادھر پٹاسیں گونج رہی ہیں۔ شور و غل سے آسمان سر پر اٹھایا جا رہا ہے۔ بالکل ہولی اور دیوالی کی منحوس رسموں کی نقل کی جاتی ہے۔ کاش اس رات کے متبرک و مقدس لمحوں میں ساری قوم اپنے خداوند عظیم کے حضور سر بسجود ہو کر اپنے ماضی کا جائزہ لے، اور توبہ کرے۔

یا رسول اللہ کہنے والوں نے ہندوؤں

کے دانت کھٹے کر دیئے

وادی خون رنگ کشمیر میں مسلمان اپنی بقا کی ہولناک جنگ لڑ رہے ہیں ایسے نازک موقع پر اتحاد و اتفاق کی جس قدر ضرورت ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ لیکن کچھ بدا عتقاد قوتیں جہاد کے نام پر قوم کا سرمایا بھی لوٹ رہی ہیں اور اس مقدس جذبے کی آڑ میں اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے خلاف ہرزہ سرائی کے ریکارڈ توڑ رہی ہیں ان پر آشوب حالات میں مٹھی بھر مجاہدین عشق رسول سے سرشار کفر کے گماشتوں سے بر سر پیکار ہیں۔ پاکستان میں تحریک جہاد بریگیڈ ۱۱۱ کے امیر مولانا عبدالغفور رضوی نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا کہ بھارت دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ملک ہے اور یہ کشمیری مسلمانوں کا وحشیانہ قتل عام اس کی بوکھلاہٹ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ کشمیری خون کی ہیبت ہے کہ اس کی فوج میں یہ تو ہم پرستی اور خود کشی کے واقعات لحہ لحہ بڑھ رہے ہیں۔

کشمیر میں تحریک جہاد کے کمانڈر جناب محمد اشفاق بھروال نے اس عزم کا اظہار کیا کہ کشمیر میں جب تک بھارت کا ایک بھی فوجی موجود ہے، جہاد جاری رہے گا اور کشمیر کے معاملے پر کوئی سودہ بازی نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے تمام عرب ممالک اور دیگر اسلامی ریاستوں سے اپیل کی ہے کہ بھارت کا مکمل معاشی بائیکاٹ کیا جائے۔ انہوں نے جام عشق رسول سے سرمست مجاہد جناب محمد نوید اقبال چوہدری کو زبردست خراج تحسین پیش کیا کہ انہوں نے عظیم کارنامے سرانجام دیکر شہادت کا جام نوش کیا۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن — نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

روزنامہ یلغار کی رپورٹ کے مطابق تحریک جہاد کے شہبازوں نے سانحہ لنجوٹ کا بدلہ لیا بھارتی صوبیدار سمیت ۹ بھارتی فوجی جہنم واصل کیے۔ راجوری میں دلیرانہ کارروائی کر کے صوبیدار دیر سنگھ سمیت سات فوجی اڑا دیئے ایک مجاہد زخمی ہوا۔ اس موقعہ پر مجاہدین نے بھارتی سپوتوں کا اسلحہ بھی چھین لیا۔ مولانا عبدالغفور رضوی نے اس عزم کا اظہار کیا کہ ہم بھارتی فوجیوں کو عبرت کا نشان بنا دینگے۔ اوصاف کی خبر یہ ہے کہ مجاہدین تحریک نے بھارتی کیمپوں اور متعدد چوکیوں کو اڑا دیا درجنوں فوجی ہلاک کر دیئے سپرنٹنڈنٹ کے دفتر پر گرنیڈ سے حملہ کیا۔ سرنکوٹ اور ڈوڈہ میں تین فوجی جہنم میں پہنچائے تحریک جہاد کے ایک کمانڈر شہید ہوئے۔ کپواڑہ میں راکٹوں سے پندرہ فوجی ہلاک، کشتواڑ میں دس فوجی کیرن سیکٹر میں بارہ فوجی ہلاک ہو گئے۔

اوصاف کی ایک مصدقہ اطلاع کے مطابق تحریک جہاد کا کمپنی ہیڈ کوارٹر پر حملہ 28 فوجی مارے گئے، ہندواڑا میں بی۔ ایس۔ ایف کے دو اہلکار ہلاک ہو گئے۔ رپورٹ: محمد اجمل شکر گڑھ

Mutafakir e Islam Research Center Islamabad

علامہ اقبال احمد اختر

شب برات

(فضائل و مناقب)

رحمتوں اور برکتوں والی رات

ماہ شعبان کی پندرھویں رات کو ''شب برات'' کہتے ہیں۔ جو چودہ تاریخ کا سورج غروب ہونے سے شروع ہوتی ہے اور پندرہ تاریخ کی صبح صادق طلوع ہونے تک رہتی ہے ''شب برات'' فارسی زبان کا لفظ ہے جو ''شب'' اور ''برات'' سے مرکب ہے ''شب'' کے معنی رات اور برات کے معنی نجات، رہائی اور چھٹکارا کے ہیں اس رات میں بے شمار گناہ گاروں کی مغفرت اور مجرموں کی رہائی ہوتی ہے اور جہنم کے عذاب سے چھٹکارا اور نجات ملتی ہے اس لیے اس رات کو ''شب برات'' کہتے ہیں اسے فرشتوں کی ''عیدرات'' کا نام دیا گیا ہے۔

ماہ شعبان کی اہمیت و فضیلت

اسلامی سال کے مہینوں میں شعبان کو بڑی اہمیت حاصل ہے رسول کریم ﷺ سب سے زیادہ نفلی روزے اس ماہ میں رکھا کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ماہ رمضان کے سوا کسی دوسرے مہینے کے پورے روزے رکھتے کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہی ماہ شعبان کے سوا اور کسی مہینے میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھا''

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ ں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کو کسی اور نے میں اتنی کثرت سے روزے رکھتے ہوئے ں دیکھا جتنی کثرت سے آپ ماہ شعبان میں رکھتے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''یہ وہ مہینہ ہے جس سے لوگ عام طور پر غفلت برتتے ہیں۔ یہ مہینہ رجب اور رمضان کے درمیان ہے۔ یہ مہینہ وہ ہے جس میں لوگوں کے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش کیے جاتے ہیں میری یہ خواہش ہے کہ میرے اعمال (اللہ کریم کی بارگاہ میں) اس صورت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں''

ماہ شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت

حضرت معاذ بن جبلؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات کو اپنی تمام مخلوق کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ لیکن شرک اور کینہ رکھنے والا نہیں بخشا جاتا''

علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں کہ یہ رات سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے یعنی ان راتوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور ذکر الٰہی میں مصروف رہنا گناہوں کے کفارہ کا سبب ہوتا ہے۔

امام احمدؒ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پندرھویں شعبان کی رات کو اپنے بندوں میں ظہور فرماتا ہے اور دو آدمیوں کے علاوہ دنیا میں رہنے والے تمام انسانوں کو بخش دیتا ہے ان میں سے ایک مشرک اور دوسرا کینہ پرور ہے۔

عطاء بن یسارؒ سے مروی ہے کہ جب شعبان کی پندرھویں رات آتی ہے تو ملک الموت کو ہر اس شخص کا نام لکھوا دیا جاتا ہے جو اس شعبان سے آئندہ سال مرنے والا ہوتا ہے۔''

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''شعبان پندرھویں شب میں آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ ہے کوئی معافی مانگنے والا؟ جس کو میں معاف کر دوں، ہے کوئی سوال کرنے والا جس کی میں مراد پوری کر دوں، پس اس رات میں ہر مانگنے والے کی جائز مرادیں پوری کی جاتی ہیں مگر زانیہ عورت اور مشرک کی دعا نہیں سنی جاتی''

حضرت ابو ثعلبہؓ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم نور مجسم ﷺ نے فرمایا ''شعبان کی پندرھویں رات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہو کر مومنوں کو مغفرت عطا فرماتا ہے اور کینہ رکھنے والوں کو ان کی کینہ پروری پر چھوڑ دیتا ہے''

(یعنی ان کی مغفرت نہیں فرماتا، یہاں تک کہ کینہ پروری چھوڑ کر پھر دعا کریں)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ چار راتوں میں نیکیوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ شب عبدالاضحیٰ، شب عیدالفطر، شب عرفہ، شعبان کی پندرھویں شب۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے تھے ''پانچ راتوں میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے) وہ پانچ راتیں یہ ہیں: (۱) جمعہ کی رات، (۲) بقر عید کی رات، (۳) عبدالفطر کی

Mufakkir-e-Islam Research Center Islamabad

رات ، (۴) رجب کی پہلی رات ، (۵) پندرھویں شعبان کی رات"۔

شب برات کے اعمال

سیدنا حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" جب شعبان کی پندرھویں رات ہو تو اس میں قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو ، بے شک اللہ تعالیٰ اس رات آسمان دنیا کی طرف نزول رحمت فرماتے ہیں ۔ غروب آفتاب سے فجر کے طلوع ہونے تک یہی اعلان رہتا ہے کہ ہے کوئی طالب مغفرت جسے بخش دوں ، ہے کوئی طالب رزق جسے روزی عطا کروں ، ہے کوئی مبتلائے رنج جسے عافیت اور راحت بخشوں ہے کوئی فلاں فلاں حاجت طلب کرنے والا" (جسے کامیاب کروں)۔

ابن اسحاق نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ مجھے سرکار دو عالم ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر کام کیلئے بھیجا۔ میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی " جلدی میں حضور ﷺ کو اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ آپ پندرہ شعبان کی رات کے سلسلے میں گفتگو فرما رہے تھے"۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھ سے فرمایا" اے انس! بیٹھ جا۔ میں تجھے شعبان کی پندرھویں رات کی بات سناؤں"۔

" ایک مرتبہ یہ رات میری باری کی رات تھی ۔ حضور ﷺ تشریف لائے اور آرام فرما ہوئے ۔ رات کو بیدار ہوئی تو میں نے آپ کو نہ پایا ۔ میں آپ کی تلاش میں نکلی ۔ جب میں مسجد سے گزری تو میرا پاؤں آپ پر پڑا ۔ آپ فرما رہے تھے: "میرے جسم اور خیال نے تجھے سجدہ کیا ۔ میرا دل تجھ پر ایمان لایا اور یہ میرا ہاتھ ہے میں نے اس ہاتھ کو کبھی گناہ سے آلودہ نہیں کیا ۔ اے رب عظیم! تجھ سے ہی ہر کام کی امید کی جاتی ہے میرے بڑے گناہوں کو بخش، میرے اس چہرے نے سجدہ کیا جسے تو نے پیدا فرمایا ، اسے صورت بخشی اس میں کان اور آنکھ پیدا کی ۔ پھر آپ نے سر اٹھا کر کہا اے اللہ! اے اللہ مجھے ڈرنے والا دل عطا فرما ۔ جو شرک سے بری اور منزہ ہو کافر اور بد بخت نہ ہو ۔ پھر آپ سجدے میں چلے گئے اور میں نے سنا آپ فرما رہے تھے اے اللہ! میں تیری رضا چاہتا ہوں ، تیری ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں ، تیرے عفو کے طفیل تیرے عذاب سے اور تیری ذات کے طفیل تیری گرفت سے پناہ مانگتا ہوں میں تیری مکمل تعریف نہیں کر سکتا جیسا کہ تو نے اپنی تعریف کی ہے ۔ میں وہی کچھ کہتا ہوں جو میرے بھائی داؤد علیہ السلام نے کہا میں اپنا چہرہ اپنے آقا کے لئے خاک آلود کرتا ہوں اور میرا آقا اس لائق ہے کہ اس کے آگے چہرہ خاک آلود کیا جائے "۔

پھر آپ نے سر مبارک اٹھایا تو میں نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ یہاں تشریف فرما ہیں اور میں وہاں تھی ۔ آپ نے فرمایا" کیا تم نہیں جانتی کہ پندرہ شعبان کی رات ہے۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ بنو کلب کے ریوڑوں کے برابر لوگوں کو آگ سے آزاد فرماتا ہے ۔ مگر چھ آدمی اس رات سے بھی محروم رہتے ہیں ۔ شراب خور، والدین کا نافرمان ، عادی زانی ، قاطع رحم ، چنگ و رباب بجانے والا اور چغل خور"، ایک روایت میں رباب بجانے والا کی جگہ "مصور" (تصویر بنانے والا) کا لفظ ہے۔

علاء بن حارث سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات نبی کریم ﷺ تہجد کے لئے کھڑے ہوئے اور اتنا طویل سجدہ فرمایا کہ مجھے یہ اندیشہ ہو گیا کہ شاید آپ کی روح قبض ہو گئی ۔ جب میں نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو اٹھ کر آپ کے انگوٹھے کو حرکت دی اور اسے متحرک پایا اور میں اپنی جگہ لوٹ آئی۔

حضور ﷺ نے سجدے سے سر اٹھایا اور نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا" اے عائشہ! جانتی ہو کہ یہ کون سی رات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا یہ شعبان کی پندرھویں رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خصوصی نظر کرم فرماتا ہے اور مغفرت مانگنے والوں کی مغفرت فرماتا ہے اور رحم طلب کرنیوالوں پر رحم فرماتا ہے اور کینہ پرور کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے"۔

سید الانبیاء ﷺ نے اس رات کو یاد الٰہی میں گزار کر اُمت کو سبق دیا کہ اس رات میں نوافل پڑھنا قرآن پاک کی تلاوت کرنا ، بخشش اور مغفرت طلب کرنا ، دن کو روزہ رکھنا باعث برکت و نجات ہے ۔ ہر صاحب نصاب کو چاہیئے کہ اپنے اموال کی زکوۃ نکالے اور صدقات ادا کرے ، غریب مسکین ، تنگ دست ، یتیم ، بیوہ ، اپاہج ، مفلوک الحال نادار لوگوں کی مالی اعانت کرے ؛ تا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے اجر عظیم کا مستحق ٹھہرے ۔ شعبان کی پندرہ تاریخ کا روزہ رکھے ، رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ شعبان کی پندرھویں رات ہو تو قیام (یعنی اللہ جل شانہ کی عبادت) کیا کرو اور پندرھویں شعبان کا روزہ رکھو"۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے ایک دن کا روزہ رکھتا ہے حق تعالیٰ اسے ستر سال فاصلہ تک دوزخ سے دور رکھتا ہے ۔ نیز حضور ﷺ نے فرمایا ۔

" میری خواہش ہے کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش ہوں کہ میرا شمار روزہ داروں میں ہو"۔

ہر ایک کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اہم اور مقدس رات کو لغویات اور غفلت سے مکمل طور پر اجتناب کرے ۔ پٹاخے ، آتش بازی، فلمی گانوں کی ریکارڈنگ ، فضول کھیل کود اور شور وغل اس رات

Mulakkir e Islam Research Center Islamabad

کے تقدس کے خلاف ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ، ہم سب کو نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

شب برات کے اذکار

☆ درود شریف

☆ آیت کریمہ کم از کم سو مرتبہ

☆ تیسرا کلمہ سو مرتبہ

☆ استغفار سو مرتبہ

☆ سورہ یسین ۳ مرتبہ

☆ سورۃ الدخان ۳ مرتبہ

☆ آٹھ رکعت نوافل، ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ قدر اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص

☆ صلوٰۃ التسبیح اس کے علاوہ کثرت سے نوافل ادا کریں۔

☆ تلاوت قرآن مجید بھی کثرت سے کریں اور خوب دعائیں مانگیں۔

✪★✪

لاثانی دوا خانہ

گلی حکیماں نور کوٹ، تحصیل شکر گڑھ

پوشیدہ امراض بچگانہ، مردانہ، زنانہ کا علاج

اور

لاثانی سفوف

پیٹ کے تمام جملہ امراض کیلئے مثلاً گیس، قبض، تبخیر معدہ، تزابیت، جلن، کھٹی ڈکاریں، متلی، پیٹ درد، قے وغیرہ کے لئے لاثانی سفوف استعمال کریں۔

جاگو شیرانِ اسلام

پروفیسر محمد حسین آسی

اے فرزندانِ توحید، لے کر اپنے رب کا نام
اے جانبازانِ سرکار ﷺ، پی کر عشق نبی ﷺ کا جام
پھیلا دو دنیا میں نور، توڑ کے سب ظلمات کے دام
دین خدا کی تم پہچان، ختم رسل کا تم پیغام
جاگو شیران اسلام، اٹھو شیرانِ اسلام

واہ تمہارا جاہ و جلال، واہ تمہارا عز و وقار
دریا ہو جائیں پایاب ساحل بن جائیں منجدھار
چوٹیاں ہو جائیں پابوس گھاٹیاں ہو جائیں ہموار
گر جو تو از راہ خوف باطل لرزہ براندم
جاگو شیران اسلام، اٹھو شیرانِ اسلام

تم ہو حیدر کی للکار، تم ہو خالد کی تلوار
تم پہ بنی آدم کو ناز تم ہو قدرت کا شہکار
تم ہو ہستی کی برہان دنیا کا بخت بیدار
چمکا دو نور توحید، توڑ دو نفرت کے اصنام
جاگو شیران اسلام، اٹھو شیرانِ اسلام

تم ہو عظمت کا مینار، تم ہو رحمت کی برسات
تم ہو امن و امان کی جان تم سے کون و مکاں کی بات
دنیا ہے اب پھر تاریک، بگڑے ہیں اب پھر حالات
ہر جانب شورِ آفات، ہر جانب جوش آلام
جاگو شیران اسلام، اٹھو شیرانِ اسلام

ظلم و ستم سے ہیں سرشار امریکا و اسرائیل
روشن ہے نارِ نمرود، زندہ کرو تم رسم خلیل
ساتھ تمہارے سرور دیں، سر پہ تمہارے رب جلیل
دنیا میں ستانا کیا، خلد میں کرلینا آرام
جاگو شیران اسلام، اٹھو شیرانِ اسلام

دنیا کو آزادی کا دینا ہے پیغام تمہیں
گرتے ہوئے انسانوں کو لینا ہے اب تھام تمہیں
آسی دہشت گردوں سے لڑنا ہے صبح و شام تمہیں
فیض محبت کرنا ہے نقش لاثانی کا عام
جاگو شیران اسلام، اٹھو شیرانِ اسلام

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

ترکِ رفع یدین

علامہ مفتی اشرف القادری

سائل محمد مشتاق بٹ سیالکوٹی نے فاضل مقالہ نگار سے کہا کہ اگر کوئی صحاح ستہ کی احادیث سے رفع یدین نہ کرنے کا ثبوت فراہم کرے، تو میں رفع یدین چھوڑ دوں گا۔ سائل کے جواب میں فاضل نگار نے مطالبہ پورا کردیا۔ ادارہ اس تحقیقی مقالہ کو شکریہ کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

"صحاح ستہ" میں رسول اللہ ﷺ سے، نماز کے اندر رفع یدین نہ کرنے کے بارے میں، ایک نہیں حدیث پاک کی ایک درجن روایات موجود ہیں۔ والحمدُللہ تعالیٰ چنانچہ ملاحظہ ہوں

۱۔ مسلم فرماتے ہیں:۔

"حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة وابو کریب قالانا ابو معاویة عن الاعمش عن لمسیب بن رافع عن تمیم بن طرفه عن جابرَ بن سمرة رضی الله تعالیٰ عنه قال

"خرج علینا رسول الله ﷺ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلواة" (الصحیح: مسلم، کتاب الصلواة، باب لامر لسکو ن فی الصلواة، جلد ا ص ۱۸۱ طبع اصح المطابع، کراچی)

"ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابوکریب نے ہم سے بیان کیا، دونوں نے کہا کہ ہم سے ابومعاویہ نے بیان کیا، وہ اعمش سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے مسیب بن رافع سے، انہوں نے تمیم بن طرفہ سے، انہوں نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا کیا وجہ ہے میں تم کو شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح (نماز کے اندر) رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں، نماز میں سکون اختیار کرو"۔

۲۔ ، ۳۔ یہی مسلم دو اور طریقوں سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"وحدثنی ابو سعید الا شج، قال ناوکیع، وحدثنا اسحاق بن ابراهیم، قال اخبرنا عیسی بن یونس قالا جمعیاً حدثنا الاعمش بھذا الاسناد نحوه" (الصحیح: مسلم، کتاب الصلواة، باب لامر لسکو ن فی الصلواة جلد ا، ص ۱۸۱ طبع اصح المطابع، کراچی)

"اور مجھ سے ابوسعید الاشج نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا، ہم نے سند کو تبدیل کیا اور ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبردی، وکیع اور عیسیٰ دونوں نے کہا کہ ہم کو اعمش نے گذشتہ اسناد سے حدیث گذشتہ ہی کی طرح بیان کیا"۔

٤۔ نسائی فرماتے ہیں:

"اخبرنا قتیبة بن سعید، قال حدثنا عشر، عن الاعمش عن المستیب بن رافع، عن تمیم بن طرفة، عن جابر بن سمره رضی الله تعالیٰ عنه، قال:

خرج علینا رسول الله ﷺ و نحن یعنی رافعوا ایدینا فی الصلواة، فقال مابا لھم رافعین اید ھم فی الصلواة کانھا اذناب الخیل الشمس اسکنوا فی الصلواة۔ (السنن، نسائی، کتاب السھو، باب السلام بالایدی فی الصلواة، ۱/۱۸۶ طبع نور محمد اصح المطابع، کراچی)

"ہمیں قتیبہ بن سعید نے خبردی، کہا ہم سے عبثر نے بیان کیا، وہ اعمش سے راوی، انہوں نے مسیب بن رافع سے، انہوں نے تمیم بن طرفہ سے، انہوں نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا:

"ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، جبکہ ہم نماز میں رفع یدین کر رہے تھے۔ تو فرمایا کیا حال ہے ان کا؟ کہ نماز میں اپنے ہاتھوں کو اٹھا رہے ہیں، جیسے کہ وہ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو"۔

پہلی تین روایات 'صحیح مسلم' کی ہیں۔ ان کی سندیں ڈنکے کی چوٹ پر 'صحیح' ہیں، ان پر کوئی طعن یا اعتراض نہیں، رہی نسائی کی روایت، تو غیر مقلدین زمانہ کے سب سے بڑے محدث ناقد' محدث البانی' اسکے بارے میں لکھتے ہیں: 'صحیح' (یہ حدیث صحیح ہے)، دیکھو' صحیح النسائی' ناصر الدین البانی، 'کتاب السھو' باب السلام بالایدی فی الصلواة، حدیث ۱۳۳) ۱، ۲۵۶/، طبع الکتب الاسلامی، بیروت)۔

۵۔ ابوداؤد لکھتے ہیں:

"حدثنا عبدالله بن محمد التفیلی، ناز ھیر ناالاعمش عن المسیب بن رافع، عن تمیم الطائی عن جابر بن سمرة رضی الله تعالیٰ عنه، قال:

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

"دخل علینا رسول اللہ ﷺ والناس رافعوا ایدیھم قال زھیر اراہ قال فی الصلواۃ ، فقال مالی ارانکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس ؟ اسکنوا فی الصلواۃ"۔(السنن ،ابوداؤد، کتاب الصلواۃ، باب فی السلام،۱/۱۴۳،طبع نور محمد اصح المطابع ،کراچی)

"ہم سے عبداللہ بن محمد النفیلی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، وہ مسیب بن رافع سے، وہ تمیم طائی سے، وہ جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، حالانکہ لوگ نماز میں رفع یدین کر رہے تھے۔ تو فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں جیسے کہ تمہارے ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں؟ نماز کے اندر سکون اختیار کیا کرو"۔

محدث البانی نے کہا: 'صحیح' (یہ حدیث صحیح ہے) دیکھئے۔'صحیح سنن ابی داؤد' ناصر الدین البانی۔' کتاب الصلواۃ ، باب فی السلام ، حدیث ۸۸۲۔ ۱۰۰۰،(۱/۱۸۷)،طبع المکتب السلامی، بیروت)

فائدہ: حدیث قولی بھی ہوتی ہے فعلی بھی۔ جو کچھ سرکار اقدس ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا، اُسے 'حدیثِ قولی' کہتے ہیں۔ اور جو سرکار ﷺ نے کیا، اسے 'حدیثِ فعلی' کہتے ہیں۔ جو روایات گذشتہ مضمون میں بیان کی گئیں یہ حدیثِ قولی تھیں۔ اب صحاح ستہ سے حضور ﷺ کی حدیثِ فعلی کی روایات ملاحظہ ہوں۔

۶۔ نسائی فرماتے ہیں:

'اخبرنا سوید بن نصر ،قال حدثنا عبداللہ بن المبارک عن سفیان ، عن عاصم بن کلیب ، عن عبدالرحمن بن الاسود ، عن علقمۃ ، عن عبداللہ قال الا اخبر کم بصلوۃ رسول اللہ ﷺ ؟ قال فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد'۔السنن ،النسائی ،الصلواۃ، کتاب الافتتاح ،ترک ذلک ای رفع الیدین للرکوع، ۱/۱۵۸)، طبع نور محمد کارخانہ تجارت، کراچی)

"ہمیں سوید بن نصر نے خبر دی ، انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن المبارک نے بیان کیا ، وہ سفین سے راوی ، وہ عاصم بن کلیب سے ، وہ عبدالرحمٰن بن الاسود سے ، وہ علقمہ سے ، وہ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں ، آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ بتلاؤں؟ علقمہ نے کہا پھر آپ کھڑے ہوئے (اور نماز نبوی پڑھ کر دکھانے لگے) تو آپ نے صرف پہلی بار (تکبیر تحریمہ کے وقت) اپنے ہاتھ اٹھائے، اس کے بعد دوبارہ رفع یدین نہ کیا۔"

دور حاضر کے سب سے بڑے غیر مقلد ناقد محدث محمد ناصر الدین الالبانی نے اس حدیث کو نقل کر کے کہا کہ:

'صحیح' (یہ حدیث صحیح ہے) ('صحیح سنن النسائی'، الالبانی، الصلوٰۃ، کتاب الافتتاح، باب ترک ذلک یعنی رفع الیدین للرکوع' حدیث: ۹۸۱، ۱/۲۰، طبع المکتب الاسلامی، بیروت)

۷۔ یہی نسائی مزید لکھتے ہیں:

'اخبرنا محمود بن غیلان المروزی ، حد ثنا وکیع حدثنا سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن عبد الرحمن بن الاسود، عن علقمۃ ، عن عبد اللہ، انہ قال الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ ﷺ ؟ فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ۔

("السنن، النسائی، الصلوٰۃ، کتاب الافتتاح ، الرخصۃ فی ترک ذلک یعنی رفع الیدین عند الرفع من الرکوع": (۱/۱۶۱،۱۶۲)، طبع نور محمد کارخانہ تجارت، کراچی)

"ہمیں محمود بن غیلان المروزی نے بتلایا، انہوں نے کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے عاصم بن کلیب سے، انہوں سے عبدالرحمٰن بن الاسود سے، انہوں سے علقمہ سے، انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پس آپ نے نماز پڑھائی تو سوائے ایک (پہلی) مرتبہ کے کہیں بھی رفع یدین نہ کیا۔"

مشہور غیر مقلد محدث ناقد شیخ محمد ناصر الدین الالبانی نے اس حدیث کے بعد بھی لکھا ہے کہ "صحیح" (یہ حدیث صحیح ہے) ("صحیح السنن النسائی، النسائی، الصلوٰۃ، کتاب التطبیق ، باب الرخصۃ فی ترک ذلک یعنی رفع الیدین عند الرفع من الرکوع ، حدیث:۱۰۱۳": (۱/ ۲۲۸)، طبع المکتب الاسلامی ، بیروت)

۸۔ ابوداؤد رقمطراز ہیں:

"حد ثنا عثمان بن ابی شیبہ، نا وکیع، عن سفیان، عن عاصم یعنی ابن کلیب ،عن عبد اللہ بن الاسود، عن علقمۃ ،قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ ﷺ؟ قال فصلی فلم یرفع یدیہ الامرۃ"۔

("السنن، ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع": (۱/۱۰۹)، طبع نور محمد اصح المطابع، کراچی)

"ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا، انہوں نے سفیان سے، انہوں نے عاصم یعنی ابن کلیب سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن الاسود سے، انہوں نے علقمہ سے روایت کیا، انہوں سے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھاؤں؟ علقمہ نے کہا تو آپ نے

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

نماز پڑھائی تو آپ نے اپنے ہاتھ نہ اٹھائے، سوائے پہلی مرتبہ کے"

شیخ البانی غیر مقلد نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا: "صحیح" (یہ حدیث صحیح ہے)

چنانچہ دیکھیے (صحیح السنن ابی داود، الالبانی، کتاب الصلوٰۃ، ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، حدیث: ۶۸۳.....۷۴۸، (۱/ ۱۴۳)، طبع المکتب الاسلامی، بیروت)

۹۔ ابوداود کہتے ہیں:

"حدثنا الحسن بن علی، نا معاویة و خالد بن عمرو، و ابو حذیفه، قالو انا سفیان باسنا ده بهذا، قال فرفع یدیه فی اول مرة، و قال بعضهم مرة و احدة"

("السنن، ابوداود، کتاب الصلوٰۃ، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، (۱/۱۰۹)، طبع نور محمد اصح المطابع، کراچی)

"ہم سے حسن بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معاویہ اور خالد بن عمرو اور ابوحذیفہ نے بیان کیا، تینوں نے کہا ہم سے سفیان نے اپنی اسناد (گزشتہ) کے ساتھ یہی حدیث بیان کی، علقمہ نے کہا: "تو آپ نے صرف پہلی مرتبہ اپنے ہاتھ اٹھائے" ان میں سے بعض راویوں نے کہا: "ایک بار ہی" (ہاتھ اٹھائے)"

محدث البانی غیر مقلد نے یہ حدیث بیان کر کے آگے لکھا: " صحیح" (یہ حدیث صحیح ہے) حوالے کیلئے ملاحظہ ہو (صحیح سنن ابی داود، الالبانی، کتاب الصلوٰۃ، ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، حدیث، ۶۸۴، (۱/۱۴۳) طبع المکتب الاسلامی، بیروت)

۱۰۔ ترمذی کہتے ہیں:

'حدثنا هناد، نا وکیع، عن سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن عبد الرحمن بن الاسود، عن علقمة، قال قال عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه الا اصلی بکم صلوٰة رسول الله ﷺ؟ فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرةٌ

(المسند الجامع السنن، الترمذی، مع العرف الشذی، ابواب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین عند الرکوع، (۱/۵۹)، طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

"ہم سے ھناد نے بیان کیا، انہوں نے ہم سے کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا، وہ سفیان سے، وہ عاصم بن کلیب سے، وہ عبدالرحمٰن بن الاسود سے، وہ علقمہ سے راوی، انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھاؤں؟ تو آپ نے نماز پڑھائی تو اپنے ہاتھوں کو نہ اٹھایا مگر پہلی بار (تکبیر تحریمہ) میں"

حدیث مذکور کی فنی حیثیت بیان کرتے ہوئے ترمذی فرماتے ہیں:" قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعود حدیث حسن" یعنی "ابو عیسیٰ الترمذی نے کہا کہ حدیث ابن مسعود، حدیث حسن ہے" (حوالہ گزشتہ) امام ترمذی نے اسے حدیث حسن کہا۔ تو اب معلوم ہونا چاہئے کہ ترمذی کے نزدیک اس کتاب میں" حدیث حسن" کونسی حدیث ہوتی ہے؟

خود امام ترمذی لکھتے ہیں:

"وما ذکر نا فی هذا الکتاب "حدیث حسن" فانما ارد نا حسن اسناده. وعند نا کل حدیث یروی، لا یکون فی اسناده من یتهم بالکذب و لا یکون الحدیث شاذاً و یروی من غیر وجه نحو ذلک، فهو عند نا حدیث حسن"

(المسند الجامع السنن الترمذی، مع العرف الشذی، کتاب العلل، (۲/۲۳۸) طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

"اور اس کتاب میں جو ہم نے کہا" یہ حدیث حسن ہے" تو اس سے ہم نے حدیث کی سند کی اچھائی، مراد لی اور" ہر ایسی حدیث جو کہ مروی ہو، اس کی سند میں کوئی راوی ایسا نہ ہو جس پر جھوٹ کی تہمت ہو، اور وہ حدیث شاذ نہ ہو، اور کئی سندوں سے اسی طرح مروی ہو" تو ایسی حدیث ہمارے نزدیک "حدیث حسن" ہوتی ہے۔

ترمذی کی اس عبارت پہ ذرا سی توجہ فرمائیے! تو صاف صاف پتہ چلتا ہے کہ حدیث ابن مسعود کو" حدیث حسن" کہہ کر امام ترمذی نے تین باتوں کا اعلان کیا ہے:

(۱)۔ یہ کہ حدیث ابن مسعود کی درج بالا سند کے اندر کوئی راوی متہم نہیں ہے۔

(ب)۔ یہ کہ حدیث ابن مسعود، شاذ نہیں ہے۔

(ج)۔ یہ کہ حدیث متعدد اور سندوں کے ساتھ بھی اسی طرح مروی ہے۔

اور شاذ وہ ہوتی ہے جسے ثقہ راوی، اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی بیان کردہ حدیث کے خلاف بیان کرے، تو ابن مسعود کی رفع یدین نہ کرنے کی حدیث کو شاذ ہونے سے پاک مان کر، امام ترمذی گویا اس بات کی یقین دہانی کرانا چاہتے ہیں۔ کہ نمبر ۱. حدیث ابن مسعود کے تمام راوی ثقہ ہیں اور نمبر ۲ یہ کہ ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود کے خلاف جو رفع یدین کرنے کی حدیثیں بنا کی جاتی ہیں، ان میں سے کسی کے راوی بھی، حدیث ابن مسعود کے راویوں سے زیادہ ثقہ نہیں ہیں۔ ورنہ ترمذی کا اسے"

> "تو آپ نے صرف پہلی مرتبہ اپنے ہاتھ اٹھائے" ان میں سے بعض راویوں نے کہا: "ایک بار ہی" (ہاتھ اٹھائے)"

...پڑھائی تو آپ نے اپنے ہاتھ نہ اٹھائے، سوائے ...مرتبہ کے۔''

شیخ البانی غیر مقلد نے اس حدیث کو ...کرنے کے بعد کہا: ''صحیح'' (یہ حدیث صحیح ہے)

چنانچہ دیکھئے (صحیح السنن ابی داؤد، ...البانی، کتاب الصلوٰۃ، ابواب تفریع استفتاح ...صلوٰۃ، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، حدیث: ...۶۸......۷۴۸، (۱/ ۱۴۳)، طبع المکتب ...اسلامی، بیروت)

... ابوداؤد کہتے ہیں:

''حدثنا الحسن بن علی، نا معاویة ...و خالد بن عمرو، و ابو حذیفه، قالو انا سفیان ...باسنا ده بهذا، قال فرفع یدیه فی اول مرة، و قال بعضهم مرة و احدة''

(''السنن، ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، (۱/۱۰۹)، طبع نور محمد اصح المطابع، کراچی)

''ہم سے حسن بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معاویہ اور خالد بن عمرو اور ابو حذیفہ نے بیان کیا، تینوں نے کہا ہم سے سفیان نے اپنی اسناد (گزشتہ) کے ساتھ یہی حدیث بیان کی، علقمہ نے کہا: ''تو آپ نے صرف پہلی مرتبہ اپنے ہاتھ اٹھائے'' ان میں سے بعض راویوں نے کہا: ''ایک بار ہی'' (ہاتھ اٹھائے)''

محدث البانی غیر مقلد نے یہ حدیث بیان کر کے، آگے لکھا: '' صحیح'' (یہ حدیث صحیح ہے) حوالے کیلئے ملاحظہ ہو (صحیح سنن ابی داؤد، الالبانی، کتاب الصلوٰۃ، ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، حدیث، ۶۸۴، (۱/۱۴۳) طبع المکتب الاسلامی، بیروت)

۱۰۔ ترمذی کہتے ہیں:

''حدثنا هناد، نا وکیع، عن سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن عبد الرحمن بن الاسود، عن علقمة، قال قال عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه الا اصلی بکم صلوٰة رسول الله ﷺ؟ فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرة''

(المسند الجامع السنن، الترمذی، مع العرف الشذی، ابواب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین عند الرکوع، (۱/۵۹)، طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

''ہم سے ھناد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا، وہ سفیان سے، وہ عاصم بن کلیب سے، وہ عبدالرحمٰن بن الاسود سے، وہ علقمہ سے راوی، انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھاؤں؟ تو آپ نے نماز پڑھائی تو اپنے ہاتھوں کو نہ اٹھایا مگر پہلی بار (تکبیر تحریمہ) میں''

حدیث مذکور کی فنی حیثیت بیان کرتے ہوئے ترمذی فرماتے ہیں: '' قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعود حدیث حسن'' یعنی ''ابو عیسیٰ الترمذی نے کہا کہ حدیث ابن مسعود، حدیث حسن ہے'' (حوالہ گزشتہ) امام ترمذی نے اسے حدیث حسن کہا۔ تو اب معلوم ہونا چاہئے کہ ترمذی کے نزدیک اس کتاب میں ''حدیث حسن'' کونسی حدیث ہوتی ہے؟

خود امام ترمذی لکھتے ہیں:

''وما ذکر نا فی هذا الکتاب '' حدیث حسن'' فانما ارد ناحسن اسناده. وعند نا کل حدیث یروی، لا یکون فی اسناده من یتهم بالکذب و لا یکون الحدیث شاذاً و یروی من غیر وجه نحو ذلک، فهو عند ناحدیث حسن۔''

(المسند الجامع السنن الترمذی، مع العرف الشذی، کتاب العلل، (۲/۲۳۸) طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

''اور اس کتاب میں جو ہم نے کہا'' یہ حدیث حسن ہے'' تو اس سے ہم نے حدیث کی سند کی اچھائی، مراد لی اور'' ہر ایسی حدیث جو کہ مروی ہو، اس کی سند میں کوئی راوی ایسا نہ ہو جس پر جھوٹ کی تہمت ہو، اور وہ حدیث شاذ نہ ہو، اور کئی سندوں سے اسی طرح مروی ہو'' تو ایسی حدیث ہمارے نزدیک ''حدیث حسن'' ہوتی ہے۔

ترمذی کی اس عبارت پہ ذرا سی توجہ فرمایئے! تو صاف صاف پتہ چلتا ہے کہ حدیث ابن مسعود کو'' حدیث حسن'' کہہ کر امام ترمذی نے تین باتوں کا اعلان کیا ہے:

(۱)۔ یہ کہ حدیث ابن مسعود کی درج بالا سند کے اندر کوئی راوی متہم نہیں ہے۔

(ب)۔ یہ کہ حدیث ابن مسعود، شاذ نہیں ہے۔

(ج)۔ یہ کہ حدیث متعدد اور سندوں کے ساتھ بھی اسی طرح مروی ہے۔

اور شاذ وہ ہوتی ہے جسے ثقہ راوی، اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی بیان کردہ حدیث کے خلاف بیان کرے، تو ابن مسعود کی رفع یدین نہ کرنے کی حدیث کو شاذ ہونے سے پاک مان کر، امام ترمذی گویا اس بات کی یقین دہانی کرانا چاہتے ہیں۔ کہ نمبر ا حدیث ابن مسعود کے تمام راوی ثقہ ہیں اور نمبر ۲ یہ کہ ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود کے خلاف جو رفع یدین کرنے کی حدیثیں بنا کی جاتی ہیں، ان میں سے کسی کے راوی بھی، حدیث ابن مسعود کے راویوں سے زیادہ ثقہ نہیں ہیں۔ ورنہ ترمذی کا اسے

''تو آپ نے صرف پہلی مرتبہ اپنے ہاتھ اٹھائے'' ان میں سے بعض راویوں نے کہا: ''ایک بار ہی'' (ہاتھ اٹھائے)''

حسن'' کہہ کر، شذوذ سے مبرا قرار دینا کیونکر درست ٹھہر سکے گا؟

ترمذی کی تصحیح:

مصر کے ایک غیر مقلد عالم، علامہ احمد محمد شاکر نے ''سنن ترمذی'' کی شرح میں لکھا ہے کہ ترمذی کے بعض نسخوں میں حدیث ابن مسعود کے بعد ''حسن'' کے ساتھ حاشیہ میں ''صحیح'' بھی لکھا ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بہت اور علماء مصنفین نے بھی ترمذی کا اسے صحیح قرار دینا نقل کیا ہے۔ چنانچہ صرف ایک حوالہ نمونے کے طور پر مزید پیش کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے گا: امام بدرالدین العینی لکھتے ہیں:

'' قلت حدیث ابن مسعود صحیح نص علیہ الترمذی وغیرہ''

(البنایۃ فی شرح الھدایۃ، العینی، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، (۱/۶۶۳)، طبع المکتبۃ الامدادیہ، مکۃ المکرمہ)

''میں کہتا ہوں کہ حدیث ابن مسعود صحیح ہے، ترمذی اور دیگر ائمہ نے یہ بات صراحۃ بیان کی ہے۔''

اگلے صفحے پر اس سے زیادہ صاف اور واضح طور پر ترمذی کے اصل الفاظ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' فقد قال الترمذی حدیث ابن مسعود حدیث صحیح''

''اس میں کچھ شک نہیں کہ ترمذی نے کہا حدیث ابن مسعود، صحیح حدیث ہے''

علاوہ ازیں حدیث کی صحت وقوت کی، محدثین کے یہاں ایک یہ علامت بھی ہے کہ اسے صحابہ کرام وائمہ تابعین نے عملاً قبول کیا ہو۔ یعنی اسے اپنا معمول ومذہب ٹھہرا لیا ہو، چنانچہ اس جہت سے بھی حدیث ابن مسعود کی مزید تائید وتقویت کرتے ہوئے، امام ترمذی فرماتے ہیں:

''وبہ یقول غیر و احد من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم، والتابعین، وھو قول سفیان واھل الکوفۃ''

(الجامع السنن، الترمذی، مع العرف الشذی، ابواب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین عند الرکوع، (۱/۵۹) طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

''بہت سے صحابہ کرام وائمہ تابعین کا یہی مذہب ہے (کہ جو حدیث بن مسعود کے مطابق نماز کے اندر رفع یدین نہ کرنا چاہئے، اور سفیان ثوری ودیگر اہل کوفہ کا یہی مذہب ہے۔''

حدیث ابن مسعود کی مزید تصحیح:

ہم سطور گزشتہ میں حضور اکرم ﷺ کی نماز کے اندر ''رفع یدین نہ کرنے'' کی حدیث، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے، نسائی و ابوداؤد اور ترمذی سے نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ ہر روایت کے بعد اس کے صحیح ہونے کی گواہی اکابر غیر مقلدین کی زبانی، بھی پیش کرتے آئے ہیں۔ ذیل میں اکابر غیر مقلدین کی مزید کچھ روشن اور مضبوط شہادتیں پیش کی جا رہی ہیں۔ جن سے فی الجملہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحت وقوت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

پہلی شہادت: غیر مقلدین کے ممدوح، اور نہایت قد آور محدث و ناقد، علی بن احمد بن سعید بن حزم ظاہری نے اسی حدیث ابن مسعود کے بارے میں پوری صراحت کے ساتھ لکھا کہ:'' قد صح'' یعنی (یہ حدیث، بے شک صحیح ہے)

(المحلی بالآثار، ابن حزم الظاہری، صفۃ الصلوٰۃ، رفع الیدین بتکبیر مع الاحرام مسئلہ ۳۵۸، /۲۳۵) طبع مکتبۃ التراث، القاھرہ)

دوسری شہادت: غیر مقلدین کے انہی امام ابن حزم الظاہری نے اپنی اسی کتاب کے اسی مقام پہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دوبارہ کہا 'صح' یعنی (یہ حدیث صحیح ہے)

تیسری شہادت: یہی حضرت آگے چل کر ایک جگہ حدیث ابن مسعود کو اپنی سند کے ساتھ پھر نقل کرتے ہیں، اور اس کے بعد لکھتے ہیں ''ان ھذا الخبر صحیح'' (یہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے)

(المحلی بالآثار، ابن حزم الظاہری، صفۃ الصلوٰۃ، الاعمال المستحبۃ فی الصلوٰۃ ولیست فرضا، مسئلہ ۴۴۲، (۴/۸۸) طبع مکتبۃ التراث، القاھرہ)

چوتھی شہادت: یہی علامہ صاحب یہیں پہ صرف چھ سطروں کے بعد، اس حدیث کی پھر ایک مرتبہ تصحیح کرتے ہوئے، ایک لمبے فقرے کے ضمن میں لکھتے ہیں ''صح خبر ابن مسعود'' (ابن مسعود کی حدیث صحیح ہے)

پانچویں شہادت: ماضی قریب کے معروف غیر مقلد مصری عالم، علامہ احمد محمد شاکر ''حدیث ابن مسعود کی فنی حیثیت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' و ھو حدیث صحیح، و حسنہ الترمذی''

(التعلیمات علی المحلی، احمد محمد شاکر، الاعمال المستحبۃ فی الصلوٰۃ ولیست فرضا، تحت مسئلہ ۴۴۲ (۴/۸۸)، طبع مکتبۃ التراث القاھرہ)

چھٹی شہادت: ماضی قریب ہی کے ایک اور غیر مقلد عالم مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نعرہ حق بلند کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' قد تکلم ناس فی ثبوت ھذا الحدیث، والقوی انہ ثابت من روایۃ عبداللہ بن مسعود ..... ان الحدیث ثابت''۔

''بعض لوگوں نے اس حدیث کے ثبوت میں گفتگو کی ہے۔ اور جو بات قوی وپختہ ہے، یہی ہے کہ وہ عبداللہ بن مسعود کی روایت سے ثابت ہے ------ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ حدیث ثابت

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

معلم اعظم کی حکمت تدریس

تحریر: محمد اسلم نذیر ایم اے

وہ دانائے سبل ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

معلم اعظم ﷺ کی سیرت طیبہ تمام مسلمانوں کیلئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے۔

"میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں" (بخاری و مسلم)

آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کی مکمل اور جامع تعلیمی حکمت عملی اور تعلیمات کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اسی خصوصیت کی بنا پر اسلام کو دین مکمل کی حیثیت عطا کی گئی۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا"

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ (المائدہ۔ ۵،۳)

معلم اعظم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر الیوم اکملت لکم دینکم "آج میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین" کا واضح اعلان فرما دیا تھا۔

آپ ﷺ کی تعلیمات دراصل اسلام کی حقیقی تعلیمات ہیں۔ آپ نے زندگی کے ہر شعبہ میں انفرادی اور اجتماعی تمام معاملات میں مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی، پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی فرماتے ہیں:

نوع انسان کے سارے مسائل کا حل
کیسا دستور لایا ہمارا نبی ﷺ

تاریخ گواہ ہے کہ:

اسلام سے پہلے عربوں کی حالت ہر لحاظ سے خراب تھی، افراتفری اور بد حالی کا دور دورہ تھا۔ عرب گمراہی کی ضلالتوں میں ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ خیابان ہستی اجڑا پڑا تھا۔ غرض ہر لحاظ سے عربوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ مورخ اس دور کا زمانہ جاہلیت کا نام دیتے ہیں

تو پھر کیا ہوا!

بزم امکاں سے غائب ہوئیں ظلمتیں
کوہ فاراں پہ چمکا ہمارا نبی ﷺ

اچانک فاران کی چوٹیوں سے رحمت کی گھٹائیں اٹھیں جن کی برسات سے خیابان ہستی میں بہار آگئی۔ آفتاب رسالت ﷺ کی چمک اور تابانی نے تاریک ترین رہگزروں کو بقعہ نور بنا دیا۔ قبلہ آسی صاحب فرماتے ہیں:

جس سے چمکے دل و جان و روح و ضمیر
ہے وہ جان تجلی ہمارا نبی ﷺ

حضور ﷺ ہادی برحق زندگی کے ہر شعبہ میں تبدیلی لانے کیلئے مبعوث ہوئے۔ آپ نے افکار و عقائد سے لیکر احکام و قوانین تک ہر چیز کی تعمیر نو کا کام بطریق احسن انجام دیا اور لوگوں کو جہالت کے اندھیرے سے نکال کر علم کی روشنی دکھائی جس سے عرب کے یہ وحشی اور غیر مہذب لوگ دنیا کی مہذب ترین قوم بن گئے۔

یہ کیسے ممکن اس کا جواب یہی ہے کہ
معلم خدائی کے وہ بن کے آئے
جھکے ان کے آگے سب اپنے پرائے
ان سے پہلے زمانے میں اندھیر تھا
انکے آنے سے تازہ شعور آگیا

معلم اعظم کا طریقہ تعلیم نہایت آسان اور دلکش تھا۔

خوبصورت استعارے، تشبیہات اور مثالیں زبان مبارک سے میٹھے پانی کی طرح رواں ہوتی تھیں جو سامع کے دل و دماغ میں فوراً اثر کرتیں۔ آپ ﷺ ایک مثالی معلم تھے اور آپ ﷺ کا طریقہ تدریس ہمارے لئے مشعل راہ ہے اور قرآن حکیم کے طریقہ تعلیم کے مطابق ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے معلم اعظم ﷺ کے اخلاق کے بارے پوچھا۔ ام المومنین (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا:

"کان رسول اللہ ﷺ خلقہ القرآن".

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا اخلاق تو عین قرآن ہے

ہادی برحق رحمۃ اللعالمین ﷺ کی ہر ادا قرآنی آیات کی تفصیل ہے گویا کہ آپ چلتا پھرتا قرآن تھے۔

سیرت پاک ہے قرآن کے مطالب کی امین
گویا خود آپ قرآن ہیں رسول عربی

گویا آپ ﷺ اسلامی تعلیمات کا عملی پیکر تھے۔ اور یہی وہ نکتہ ہے جو ایک مسلم معاشرے کے معلم کو پورے تعلیمی عمل کا انتہائی موثر اور کارگر جزو بنا دیتا ہے، جن کی گواہی خود قرآن دے رہا ہے۔

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ". (احزاب ۳۳، ۲۱)

"تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے"

Mufakkir-e-Islam Research Center Islamabad

مزید فرمان خداوندی ہے: " قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله". (سورہ آل عمران ۳:۳۱)

"اے محبوب تم فرما دو! کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔"

بقول اقبالؒ

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

قرآن شاہد ہے کہ آپ ﷺ بہترین اخلاق و اوصاف کے مالک تھے، آپ کی سیرت طیبہ مکمل اور بہترین نمونہ حیات ہے۔ آپ لوگ زندگی کے کسی دور میں ہوں اور آپ لوگوں کو جس کسی مرحلہ میں صحیح اور بہترین عملی نمونہ حیات کی ضرورت محسوس ہو۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنے لئے بہترین راہنما اور مکمل ترین معلم پائیں گے۔ بقول اقبالؒ

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے

پیشہ معلمی سے منسلک اساتذہ کرام و قارئین!

آیئے ذرا ایک نظر ہادی برحق ﷺ کی حکمت تدریس پر ڈالیں، جس کی بدولت معلم اعظم ﷺ نے عرب قوم کو زمانے کے اندھیرے سے نجات دلائی اور انہیں زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھا دیا۔

پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی فرماتے ہیں

دو جہان کا اجالا ہمارا نبی ﷺ
نور حق کا سراپا ہمارا نبی ﷺ

معلم اعظم ﷺ کی حکمت تدریس کے لاتعداد منور پہلو ہیں۔ جن کا احاطہ کرنا ممکن نہیں لیکن چند منور پہلوؤں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، جن کی تیاری میں مختلف ماہرین تعلیم، مفکرین اور مفسرین کی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

تاجدار مدینہ ﷺ کے یہ منور اصول ایک مسلمان معلم اور تعلیمی قائد کیلئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۱۔ نرمی اور خوش اسلوبی سے بات کرنا۔

۲۔ معلم اعظم ﷺ تعلیم و تربیت کا عملی نمونہ تھے۔

نرمی اور خوش اسلوبی سے بات کرنا

"اے محبوب نرمی اور درگزر کرنا اختیار کرو، معروف کی تلقین کئے جاؤ اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔" (الاعراف ۷:۱۹۹)

"اور لوگوں سے خوش اسلوبی سے بات کیا کرو۔" (البقرہ ۲:۸۳)

سرور کونین ﷺ ان آیات مبارکہ کی عملی تفسیر تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی شیریں کلامی اور واضح گفتگو سے لوگوں کو تدبر اور فکر کی دعوت دی۔

دُرِ یتیم محسن انسانیت ﷺ نے اپنے رفقاء کار صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو بھی نرمی اور خوش اسلوبی سے بات کرنے کی ہدایت فرمائی۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے

"لوگوں کیلئے آسانیاں پیدا کرو، مشکلات پیدا نہ کرو، ان کو بشارت دینے والے بنو، نفرت دلانے والے نہ بنو۔"

قرآن مجید فرقان حمید نے ہادی برحق ﷺ کو جو حکمت تعلیم دی اس کا تقاضا یہی ہے کہ معلم نرم خو ہو تند خو نہ ہو۔ حضور ﷺ کا ارشاد عالی ہے۔

"جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔"

رسول اکرم ﷺ لوگوں سے خوش اسلوبی اور نرم لہجے میں بات کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی کی دل آزاری نہ فرمائی بلکہ دوسروں کو بھی نرمی اور خوش خلقی سے بات کرنے کی تلقین فرمائی اور اچھی بات کو صدقہ قرار دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا

"تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔" (مشکوٰۃ المصابیح جلد سوم ص ۱۰۴)

سفر ہجرت کے دوران تاجدار مدینہ راستے میں ایک بڑھیا "ام معبد" عاتکہ بنت خالد کے ہاں ٹھہرے وہ بیان فرماتی ہیں کہ

"میں نے ایک ایسا شخص دیکھا جس کا حسن نمایاں اور چہرہ خوبصورت تھا۔ اخلاق کا اچھا تھا خوبرو اور حسین تھا۔"

مزید فرماتی ہیں کہ "گفتگو فرماتے تو چہرہ بارونق اور پرنور ہوتا شیریں اور واضح گفتگو فرماتے، نہ فضول اور نہ بیہودہ گفتگو ہوتی۔ آپ ﷺ کی گفتگو تو گویا موتیوں کی لڑی تھی جس سے موتی جھڑ رہے ہوں۔ (سیرت رسول ص ۵۵۶)

ایک مسلمان معلم کو چاہئے کہ معلم اعظم ﷺ کے اسوہ کامل پر عمل کرے، نرمی اور خوش اسلوبی سے اپنے فرائض منصبی ادا کرے۔

بقول ملا ظیری

درس ادیب گر بود زمزمہ محبتے
جمعہ بہ مکتب آورد طفل گریز پائے را

(یعنی استاد محبت اور خیر خواہی کا حامل ہو تو مدرسے سے بھاگ جانے والا طالب علم جمعہ کو یعنی چھٹی والے دن بھی مدرسہ آ جاتا ہے۔ (تعلیم و تدریس مباحث و مسائل ص ۲۰۲)

معلم اعظم ﷺ تعلیم و تربیت کا عملی نمونہ تھے

سرورِ دو عالم ﷺ کی حکمت تدریس کا ایک منور پہلو یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ اپنی امت کو جس بات کی تعلیم دیتے اس کا خود عملی نمونہ بن کر دکھایا۔

" Muhammad (PBUH) Showed to the world that he (PBUH) preached. He (PBUH) also told the Muslims to do as they preached to others"(The last Prophet (PBUH) and his teaching P.523)

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

معلم اعظم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو اگر پاک صاف رہنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ ''پاکیزگی نصف ایمان ہے'' تو خود محسن انسانیت ﷺ ظاہر و باطن پاکیزگی کے لحاظ سے ساری بنی نوع انسان اور بالخصوص ساری امت مسلم کیلئے بہترین مثال اور نمونہ تقلید تھے۔

ہادی برحق ﷺ کی زندگی میں قول و فعل کا بہترین امتزاج پایا جاتا تھا اسلئے پوری انسانیت کی فلاح اسی میں ہے کہ آپ ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہو۔ آپ ﷺ کسی بات کی ترغیب دینے سے پہلے خود اس پر عمل کر کے اس کا نمونہ پیش فرماتے تھے۔

غزوہ خندق کے موقع پر ایک مجاہد جانثار نے فقر و فاقہ کی شکایت کرتے ہوئے پیٹ پر بندھے پتھر کا ذکر کیا تو سالارِ دین ﷺ نے اپنے پیٹ مبارک پر بندھے دو پتھر دکھا کر اسے مطمئن کر دیا۔

زہد و قناعت اور مساوات کے اس عملی مظاہرے سے سب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور اپنے سالارِ دین پر ایمان واعتماد کی دولت دوچند ہو گئی۔

جنگ بدر میں صف بندی ہو رہی تھی۔ ایک صحابی سیدھے کھڑے نہیں ہو رہے تھے، آپ کے ہاتھ میں پتلی چھڑی تھی۔ حضور ﷺ نے اس سے اس کے ایک پہلو میں چوکا دیا کہ برابر ہو جاؤ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اس سے تکلیف ہوئی ہے۔ میں تو بدلہ لوں گا، آپ ﷺ نے اپنا آپ پیش کر دیا، وہ بولے میرے بدن پر تو کرتہ نہ تھا حضور نے بھی کرتہ اٹھایا اور فرمایا اب بدلو صحابی نے فرط محبت سے رحمۃ العالمین ﷺ کے جسدِ اطہر کو چوم لیا۔

ہادی برحق ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھنے کی تلقین فرمائی تو خود اپنا یہ عالم تھا کہ دوسرے اگر پانچ وقت کی نماز پڑھتے تو آپ ﷺ آٹھ وقت نماز ادا فرماتے جس میں چاشت اشراق اور تہجد کی نمازیں شامل تھیں۔ باجماعت نماز کی تلقین کی تو مرضِ وفات میں بھی جماعت کو نہ چھوڑا اور دو دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور نماز ادا کی۔

غرض حضور ﷺ کی پوری زندگی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

آپ نے انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہ چھوڑا جس کا تکمیل اپنے عمل سے نہ کی ہو۔

غور سے پڑھو

محمد ارشاد صدیقی، شکر گڑھ

☆ عمدہ لباس کے شوقین کفن کو بھی یاد رکھ

☆ عمدہ مکان کے شیدائی قبر کا گڑھا مت بھول۔

☆ عمدہ غذاؤں کے دلدادہ قبر کے کیڑے مکوڑوں کی غذا بننا بھی یاد رکھ۔

☆ جھوٹ، فریب، دھوکہ بازی اور مکاری سے ناجائز مال جمع کرنے والے انسان عنقریب یہ مال تجھے سانپ بچھو بن کر ڈسے گا۔

☆ آج نیکی مفت مل رہی ہے حاصل کر، ورنہ کل قیامت کے دن ندامت اور رسوائی اٹھانی پڑے گی۔

☆ دنیا کے عارضی گھر سجانے والے قبر کے ابدی گھر کی فکر کر۔

☆ ذکر خدا سے غافل رہنے والے انسان خدا قیامت کے دن ایک ایک سانس کا حساب لے گا۔

☆ دنیا کی رونق میں گم ہونے والے انسان اندھیری قبر کیلئے ایمان کی روشنی تلاش کر۔

☆ میت کو اپنے کندھے پر رکھ کر قبر کے سپرد کرنے والے انسان کل تیری میت بھی قبر کے سپرد ہونے والی ہے۔

★✪★

توبہ

غلام مصطفی مجددی ایم اے

کیسا زمانہ آیا　طوفان درد چھایا
ہر آنکھ میں سمایا رنج والم کا سایا
توبہ مرے خدایا

چاہت بکھر رہی ہے　وحشت بپھر رہی ہے
ظلمت نکھر رہی ہے　سورج نے منہ چھپایا
توبہ مرے خدایا

عرفان رو رہا ہے　ایمان کھو رہا ہے
انسان سو رہا ہے　اسلام بلبلایا
توبہ مرے خدایا

ہر سمت اک خزاں ہے
ہر جان میں دھواں ہے
صبح رجا کہاں ہے　شیطان نے سر اٹھایا
توبہ مرے خدایا

رشوت ستانی توبہ　شہوت بیانی توبہ
از حد گرانی توبہ　شر نے اودھم مچایا
توبہ مرے خدایا

ٹی وی کی بے لگامی　افکار کی غلامی
ڈوبی ہے نیک نامی　کیا خوب گل کھلایا
توبہ مرے خدایا

★✪★

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

جہاد کیوں اور کس لئے؟

علامہ ارشد القادری

اس سوال کا جواب مشکل بھی ہے اور آسان بھی، مشکل اس لئے ہے کہ آج کی دنیا جنگ کے صرف ایک ہی مقصد سے آشنا ہے اور وہ ہے ملک گیری اور جہانبانی۔ اسلام کے جہاد میں مقصدیت کے اعتبار سے چونکہ ملک گیری اور جہانبانی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اس لئے آج کی دنیا کو جہاد کا پاکیزہ مفہوم سمجھانا مشکل ہے، اسلام کا مجاہد کسی بادشاہ کے مادی اور شخصی اقتدار کے لئے نہیں لڑتا بلکہ وہ خدا کی زمین پر صرف خدا کے دین کی سربلندی اور آخرت کی فیروزمندی کے لئے لڑتا ہے۔ اس لئے وہ دشمن کو قتل کرے جب بھی اور خود قتل ہو جائے جب بھی دونوں حالتوں میں سرفرازی اور فائز المرامی اس کا مقدر ہے۔۔۔ غازی بننا بھی موجب اجر وثواب ہے اور شہید ہو جانا بھی بلندی درجات کی ضمانت ہے۔

اور آسان اس لئے ہے کہ جہاد کا لفظ اپنے نام اور مقصد کے اعتبار سے اگرچہ بالکل نیا ہے لیکن جہاں تک زمین پر انسانوں کے خون کے بہنے اور بہانے کا تعلق ہے تو یہ چیز اتنی ہی پرانی ہے جتنا خود انسان پرانا ہے۔

دنیا میں وہ کون سا ملک ہے اور وہ کون سی قوم ہے، جہاں لڑائیاں نہیں لڑی گئیں، جہاں دو فوجوں کا باہمی ٹکراؤ نہیں ہوا اور جہاں میدان جنگ کی سرزمین دو گروہوں کے خون سے سرخ نہیں ہوئی۔

فرق جو کچھ ہے وہ صرف مقصد اور طریقہ جنگ کا ہے، کہیں عورت کے لئے جنگ لڑی گئی اور کہیں دولت کے لئے، کہیں ملک گیری اور مال غنیمت کے لئے، جنگ لڑی گئی اور کہیں قومیت، وطنیت اور قبائلیت کی عصبیت کا جذبہ دو گروہوں کو میدان جنگ تک لے گیا۔

لیکن دنیا کی تاریخ میں صرف اسلام ہی وہ پاکیزہ اور عادلانہ نظام زندگی ہے جس کے مجاہدین نہ عورت کے لئے لڑے اور نہ دولت کیلئے، نہ ملک گیری کے لئے لڑے اور نہ مال غنیمت کیلئے، نہ قومیت، وطنیت، اور رنگ ونسل کی عصبیت انہیں میدان جنگ کی طرف لے گئی، بلکہ **ان کی لڑائی خدا کی زمین پر صرف خدا کے دین کی حاکمیت کے لئے تھی**، انسانوں پر انسانوں کی بالادستی کے خاتمے کے لئے تھی، مظلوم انسانوں کو ضمیر کی آزادی دلانے اور انہیں تخلیق کے اعلیٰ مقاصد سے ہمکنار کرنے کے لئے تھی۔

اتنی تمہید کے بعد اب قرآن وحدیث کی روشنی میں جہاد کا پاکیزہ مقصد اس کی روح اور اس کے فضائل ومکارم کی وہ تفصیل پڑھیے اور سر دھنئے! جس نے عرب کے مردوں، عورتوں، بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کو دنیا کی سب سے بہادر، غیور اور سرفروش قوم بنا دیا۔

جہاد قرآن کی روشنی میں

"و قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین"۔ (البقرہ آیت نمبر ۱۹۰)

"ترجمہ اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے مت بڑھو کیونکہ حد سے بڑھنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا"۔

تشریح ہجرت سے پہلے مسلمانوں کو لڑنے کی ممانعت تھی اور اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ وہ کفار ومشرکین کی ایذا رسانی پر صبر کریں۔ جب حضور ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو کفار ومشرکین سے لڑائی کی اجازت میں جو سب سے پہلی آیت کریمہ نازل ہوئی وہ یہی آیت مبارکہ تھی۔

اب ذرا خالی الذہن ہو کر آپ آیت کریمہ کے مضمون پر غور فرمائیں تو یہ حقیقت آپ پر اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ لڑائی میں پہل مسلمانوں کی طرف سے نہیں ہوئی بلکہ کافروں کی طرف سے ہوئی تھی۔ ان کے ظلم وفساد کی جڑ کاٹنے اور انکے کفر کی سرکشی کا زور توڑنے کے لئے مسلمانوں کو ان سے لڑنے کی اجازت دی گئی۔

جہاد کو بنیاد بنا کر جو لوگ اسلام پر طعنہ زنی کرتے ہیں کہ دنیا میں اسلام تلوار کی طاقت سے پھیلا ہے انہیں اس آیت کے مضمون پر انصاف کے ساتھ غور کرنا چاہیے کہ ہجرت سے پہلے تو مسلمانوں کو لڑنے کی مطلق اجازت ہی نہیں تھی۔ مکے میں مسلمانوں کا اس کے علاوہ اور کوئی کام ہی کیا تھا کہ وہ کافروں کے ہاتھوں سے مار کھاتے رہیں، زخم پر زخم سہتے رہیں، قتل ہوتے رہیں اور صبر کرتے رہیں۔ جب کافروں کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو مسلمانوں کو بھی تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی۔

اب یہاں سوال اٹھتا ہے کہ اسلام اگر تلوار کی طاقت سے پھیلا تو بتایا جائے کہ وہ سینکڑوں مسلمان جو عین مظلومی کی حالت میں مکہ سے مدینہ ہجرت کر

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

کے گئے تھے۔ انہوں نے کس تلوار کے خوف سے اسلام قبول کیا تھا۔ اس وقت تلوار تو کفار مکہ کے ہاتھ میں تھی۔ مسلمانوں کے ہاتھ میں تلوار ہی کہاں تھی کہ تلوار کے خوف سے کوئی اسلام قبول کرتا۔

اسلئے تاریخ کا یہ فیصلہ سب کو تسلیم کرنا ہو گا کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اپنی حقانیت، اپنی پاکیزہ تعلیمات، اپنے اصولوں کی برتری، اپنے پیغمبر کی روحانی اور اخلاقی قوت اور قرآن کی معجزانہ آیات کی کشش سے پھیلا۔

جہاد کا حکم تو اس لئے دیا گیا تھا کہ کلمہ حق کے راستے میں کافروں نے جو رکاوٹیں کھڑی کی تھیں، انہیں راستے کی سچائی کو پرکھنے اور قبول کرنے کا موقعہ میسر آئے۔

پھر اس آیت کریمہ میں ایک بات اور سمجھنے کی ہے۔ کہ اگر اسلام قتل و غارتگری کا مذہب ہوتا جیسا کہ مخالفین اسلام کی طرف سے یہ الزام عائد کیا جاتا ہے۔ تو مسلمانوں کو یہ ہدایت کبھی نہیں دی جاتی کہ دشمنوں کا مقابلہ کرتے وقت اپنی طرف سے کوئی زیادتی مت کرنا زیادتی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ اس آیت کی روشنی میں یہ حقیقت بھی اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ میدان جنگ میں بھی مسلمان ضابطہ اخلاق کا پابند ہے۔

دوسری آیت

"وقتلوهم حتى لا تكون فتنة و يكون الدين كله لله فان انتهوا فلا عدوان الا على الظالمين" (البقرہ آیت نمبر ۱۹۳)۔

"ترجمہ: اور ان سے لڑو یہاں تک کہ (کفر کی سرکشی کا) کوئی فتنہ باقی نہ رہے، اور ایک اللہ کی پرستش ہونے لگے، پھر اگر وہ اپنی سرکشی سے باز آ جائیں تو ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کی جائے، البتہ ظلم کریں تو اس کی سزا ضرور دی جائے۔

تشریح: آیت کا مضمون واضح طور پر اس حقیقت کا اظہار کرتا ہے کہ اسلام میں جہاد و قتال کا مقصد ملک گیری اور مال غنیمت نہیں ہے، بلکہ ان دیواروں کو منہدم کرنا ہے جو دین حق کے قبول کرنے کے راستے میں کافروں نے کھڑی کی ہیں۔ نہ خود وہ خدا کا دین قبول کرتے ہیں نہ کسی دوسرے کو قبول کرنے دیتے ہیں۔ انسانوں کی ضمیر کی آزادی کا حق اس طرح انہوں نے چھین لیا ہے کہ جو لوگ چھپ چھپا کر بھی خدا کا دین قبول کر لیتے ہیں وہ انہیں بھی چین سے رہنے نہیں دیتے صرف اس جرم میں ان کی جان کے دشمن ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ضمیر کا فیصلہ کیوں قبول کیا۔

اب اہل انصاف ہی بتائیں کہ اس ظلم و بربریت کا علاج اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ جہاد کے ذریعہ ظلم کرنے والی طاقتوں پر ایسی کاری ضرب لگائی جائے کہ وہ اس قابل ہی نہ رہ جائیں کہ انسانی معاشرے کو اپنے ظلم و سرکشی کا نشانہ بنائیں اور ان کے ضمیر کی آزادی کا حق چھین کر انہیں اپنی مرضی کا غلام بنالیں۔

تیسری آیت

"کتب علیکم القتال و هو کره لکم و عسی ان تکرهوا شیاً و هو خیر لکم و عسی ان تحبوا شیاً و هو شر لکم و الله یعلم و انتم لا تعلمون" (البقرہ آیت نمبر ۲۱۶)۔

"ترجمہ: خدا کی راہ میں لڑنا تم پر فرض کیا گیا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو کیونکہ حقیقت کا علم اللہ کو ہے تمہیں نہیں ہے۔

تشریح: اسلام میں بیشتر عبادتیں ہیں جن کا تعلق جسم اور مال کی قربانی سے ہے، لیکن جس عبادت میں جان کی قربانی دینی پڑتی ہے وہ صرف جہاد ہے۔ یہاں یہ چیز قابل غور ہے کہ ساری آرزوؤں اور تمناؤں کا محور تو آدمی کی زندگی ہی ہے۔ زندگی کے لئے ہر چیز قربان کی جا سکتی ہے لیکن خود زندگی کی قربانی انسان کے لئے جتنی مشکل چیز ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے لیکن قربان جائیے قرآن کے اس انداز بیان کے کہ اس مشکل کو کتنی آسانی سے اس نے حل کر دیا ہے۔

انسان کی اسی سرشت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن ارشاد فرماتا ہے کہ "جہاد کا حکم یقیناً تمہیں ناگوار ہوگا کہ اس میں جان کی قربانی کا سوال ہے لیکن یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو چیز تمہیں بری لگتی ہے۔ ہو سکتا ہے انجام کے اعتبار سے وہی تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور جو چیزیں تمہیں بھلی لگتی ہیں ہو سکتا ہے کہ اللہ کے نزدیک وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ کیونکہ ہر چیز کا انجام اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

جہاد سے جی چرا کر اگر کچھ دنوں کیلئے تم زندہ بھی رہے تو اس کے دردناک انجام کی تمہیں کیا خبر! اس کا علم تو صرف اللہ کو ہے، لیکن اگر تم نے خوشی خوشی اللہ کی راہ میں اپنی جان دیدی تو اس کے بدلے میں اللہ تمہیں ایسی نعمت عطا کرے گا کہ ہزاروں زندگیاں اس پر قربان ہیں، مرنے کا ایک وقت تو بہرحال مقرر ہے، بستر مرگ پر مرو یا میدان جنگ میں، جب ایک دن مرنا ہی ٹھہرا تو کیوں نہ ایسی موت مرو جو تمہیں شہادت کی موت سے سرفراز کرے، اور جس کے صلے میں دائمی عزت اور آسائش کا گھر تمہیں نصیب ہو۔

چوتھی آیت

"ان الله اشتری من المومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة یقاتلون فی سبیل الله فیقتلون و یقتلون وعداً علیه حقا فی التوریة و الانجیل و القرآن و من اوفی بعهده من الله.

Mufakir e Islam Research Center Islamabad

فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذلک ہو الفوز العظیم' (التوبہ آیت نمبر ۱۱۱)۔

"ترجمہ: بیشک اللہ نے جنت کے بدلے میں مومنین کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا۔ وہ اللہ کی راہ میں کافروں سے اس طرح لڑیں کہ انہیں بھی قتل کریں۔ اور خود بھی قتل ہو جائیں، یہ اللہ کے ذمہ کرم پر سچا وعدہ ہے۔ جس کا بیان تورات میں بھی ہے، انجیل میں بھی ہے اور قرآن میں بھی۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنے قول کا پورا کرنے والا کون ہے۔ تو خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو جہاد کی ترغیب اتنے دلکش پیرائے میں دی گئی ہے کہ اس کے پڑھنے کے بعد دل و دماغ پر سرور و مستی اور جذبہ سرفروشی کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اللہ نے مومنین کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ حالانکہ مومنین کی جان اور ان کا مال سب اللہ ہی کی ملک ہیں، لیکن قربان جائیے اس شان بندہ نوازی کے کہ اسی کی دی ہوئی جان، اور اسی کا بخشا ہوا مال اس کی راہ میں خرچ کرو اور جنت کے مالک و مختار بن جاؤ۔ قتل کرو جب بھی اور قتل ہو جاؤ جب بھی جنت کا استحقاق ہر حال میں محفوظ ہے۔ اور بات میں قوت پیدا کرنے کیلئے یہ یقین دہانی بھی کس غضب کی ہے کہ اللہ تعالٰے کا یہ وعدہ اتنا پکا ہے کہ اس نے تورات، انجیل اور قرآن میں اپنے وعدے کے ایفا کا پورا ذمہ لیا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر مومنین جہاد کے لئے اپنے اپنے گھروں سے نکل کر جنت کی طرف پیش قدمی نہ کریں تو ان سے بڑھ کر بدقسمت اور کون ہوگا؟

پانچویں آیت

" قل ان کان اباء کم و ابناء کم و اخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموها و تجارة تخشون کسادها و مساکن ترضونها احب الیکم من الله و رسوله و جهاد فی سبیله فتربصوا حتی یاتی الله بامره والله لا یهدی القوم الفسقین' (التوبہ آیت نمبر ۲۴)۔

"ترجمہ: اے پیغمبر! آپ فرما دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال، اور وہ کاروبار جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکانات یہ ساری چیزیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول، اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرمائے، اور اللہ نافرمانوں پر ہدایت کا دروازہ نہیں کھولتا۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں قرآن نے ان ساری چیزوں کا احاطہ کر لیا ہے جو جہاد میں جانے سے کسی انسان کو روک سکتی ہیں۔ ماں، باپ چھوٹ جائیں گے، اولاد کو خیرباد کہنا ہوگا، بھائی بہنوں سے جدائی ہو جائے گی، دل لبھانے والی بیبیوں سے فراق کا صدمہ برداشت کرنا ہوگا۔ خاندان کے اعزہ واقارب سے مفارقت ہو جائے گی۔ کمایا ہوا مال قبضے سے نکل جائے گا، تجارت خراب ہو جائے گی، پسندیدہ مکانات کو الوداع کہنا ہوگا۔ اگرچہ یہ چیزیں جہاد کے راستے میں رکاوٹ بن جائیں تو اب یہ دہلا دینے والا اعلان سنیئے جو غفلتوں کا نشہ اتارنے کیلئے کافی ہے، کہ خدا کے عذاب کا انتظار کرو، عذاب کی اگرچہ کوئی تفصیل نہیں ہے لیکن عذاب بہر حال عذاب ہے۔

شروع سے اخیر تک آیت کا مطالعہ کرنے کے بعد دونوں جہان کی خیر و عافیت اسی میں نظر آتی ہے کہ انسانی عواطف اور زندگی کے علائق کی ساری زنجیروں کو توڑ کر اہل ایمان میدان جہاد کی طرف دوڑیں۔ جبراً قہراً نہیں بلکہ جذبہ شوق کی والہانہ وارفتگی کے ساتھ۔ کیونکہ اپنے عمل سے یہ ثابت کرنا ہے کہ دنیا کی کوئی چیز اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ پیاری نہیں ہے اور کوئی رشتہ اللہ اور اس کے رسول کے رشتے سے زیادہ محترم نہیں ہے۔

جہاد احادیث کی روشنی میں

جہاد کے فضائل واحکام پر قرآن حکیم میں بیشمار آیتیں ہیں جن میں سے صرف پانچ آیتوں کا ذکر اوپر گزرا۔ اب جہاد کے فضائل پر چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی حدیث:

امام بخاری اور امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال بالکل اس شخص کی طرح ہے جو ہمیشہ روزے رکھتا ہے اور اپنی راتوں کو قرآن کی تلاوت اور نماز پڑھنے میں بسر کرتا ہے۔ اور روزے نماز سے کبھی نہیں تھکتا، یہاں تک کہ اللہ کی راہ میں جہاد کر کے واپس لوٹ آئے۔

تشریح حضور انور ﷺ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے جہاد کیلئے نکلتا ہے اسے صائم الدہر کا بھی ثواب ملے گا اور قائم اللیل کا بھی جب تک وہ جہاد سے واپس نہیں لوٹتا۔ دن کے روزہ دار اور رات کے عبادت گزار کا ثواب اسکے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا سبحان اللہ! ایک مجاہد کیلئے کتنی طرح کا اجر و ثواب ہے۔ غازی اور شہید ہونے کا ثواب الگ اور روزہ دار اور شب زندہ دار ہونے کا ثواب الگ۔

دوسری حدیث:

امام بخاری اور امام مسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

تمہیں کوئی آدمی ایسا نہیں ملے گا جو جنت میں

Mufakkir-e Islam Research Center Islamabad

داخل ہونے کے بعد اس دنیا میں پھر واپس آنے کی خواہش رکھتا ہو۔ سوا شہید کے کہ وہ جنت کی نعمتوں اور لذتوں سے ہمکنار ہونے کے بعد بھی اس خواہش کا اظہار کرے گا کہ اسے دنیا میں دسوں بار لوٹا دیا جائے تا کہ میں یہ بار بار شہادت کی نعمت سے سرفراز ہونے کا اسے موقعہ ملے، اس کے دل میں یہ آرزو شہادت کے اس صلے کی وجہ سے پیدا ہوگی جو جنت میں اسے ہر طرف نظر آئیگا۔

تشریح: حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان میں منصب شہادت کا کیا صلہ ہے اس کا اندازہ ہم اس دنیا میں نہیں لگا سکتے جنت میں داخل ہونے کے بعد ہی ہمیں پتہ چلے گا کہ خدا کی راہ میں جان دینے کے کیسے کیسے انعامات وکرامات وہاں تیار کیے گئے ہیں۔ یہ غیب جاننے والے رسول کا احسان عظیم ہے کہ جو بات ہمیں جنت میں جانے کے بعد معلوم ہوتی اسے اپنے کرم سے حضور نے دنیا ہی میں بتا دیا۔ تا کہ منصب شہادت کے حصول کی طرف ہم والہانہ جذبہ شوق کے ساتھ پیش قدمی کریں۔

تیسری حدیث:

امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنت میں سو درجے مقرر فرمائے ہیں۔ ہر درجے کا دوسرے درجے سے اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا فاصلہ زمین اور آسمان کے درمیان ہے۔

تشریح: اس حدیث میں سو درجے کے ذکر سے حضور پاک ﷺ کی مراد سو جنتیں ہیں اور ہر جنت کا فاصلہ دوسری جنت سے اتنا ہی ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔ اب یہیں سے اندازہ لگائیے کہ جنت میں مجاہد کی ایک مملکت جب اتنی وسیع ہے تو سو مملکتوں کی وسعتوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ مولائے کریم ہر مرد مومن کو جنت کی یہ وسیع سلطنت نصیب فرمائے۔

چوتھی حدیث:

امام ترمذی نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے یہاں شہید کو چھ طرح کے اعزاز سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

پہلا اعزاز یہ ہے کہ دم نکلتے ہی اسکے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

دوسرا اعزاز یہ ہے کہ اسے جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔

تیسرا اعزاز یہ ہے کہ اسے قبر کے عذاب سے امان دے دی جاتی ہے۔

چوتھا اعزاز یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن کی گھبراہٹ اور خوف ودہشت سے محفوظ رہے گا۔ جس میں یاقوت جڑے ہوں گے، جس کا ایک یاقوت دنیا اور دنیا کی ساری نعمتوں سے بہتر ہوگا۔

چھٹا اعزاز یہ ہے کہ بہتر (۷۲) حور عین سے اس کا نکاح کیا جائے گا جنکی آنکھیں نہایت خوبصورت، پرکشش اور کشادہ ہونگی۔

تشریح: یہ چھ اعزازات ان نعمتوں کا ایک حصہ ہیں جو اللہ تعالیٰ شہیدوں کو عطا کرے گا۔ بے شمار حدیثوں میں شہیدوں کے فضائل ومکارم اور ان کے مدارج وانعامات بیان کئے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام منصب شہادت کے حصول میں ہمیشہ سرشار نظر آتے تھے۔

پانچویں حدیث:

طبرانی شریف میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

جو قوم جہاد کو چھوڑ بیٹھتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی سزا میں کوئی ایسا عذاب ان پر مسلط کر دیتا ہے جو سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

اسی مضمون سے ملتی جلتی ایک حدیث امام مسلم نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”من مات ولم یغز ولم یحدث نفسه بالغزو مات علی شعبة من النفاق“۔

”جو شخص اس حالت میں مر گیا کہ نہ اس نے کبھی جہاد کیا اور نہ دل میں جہاد کی آرزو پیدا ہوتی ہے تو وہ نفاق کی خصلت پر مرا“ (مسلم شریف)

اس طرح کی ایک حدیث ابوداؤد نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”من لم یغز او یجهز غازیاً او یخلف فی اهله بخیر اصابه الله بقارعة قبل یوم القیمة“۔

”جس شخص نے یہ جہاد کیا اور نہ جہاد کی تیاری میں کسی غازی کی مدد کی اور نہ کسی غازی کی غیر موجودگی میں اس کے گھروالوں کی اچھی دیکھ بھال کی تو اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے اسے کسی مصیبت میں مبتلا کر دے گا“ (ابوداؤد شریف)

جہاد کی فضیلت میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے اور اسے اپنے حال پر منطبق کیجئے۔ امام ترمذی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”

لیس شئی احب الی الله من قطرتین قطرة دموع من خشیة الله و قطرة دم یهراق فی سبیل الله“۔

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ہے۔ ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے بہا ہو دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کی راہ میں بہایا جائے“ (ترمذی شریف)

تشریح: ان ساری حدیثوں میں مختلف

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

انداز سے جہاد کی ترغیب دی گئی ہے۔ جہاد کے فضائل ومکارم پر پچھلے اوراق میں جو حدیثیں بیان کی گئی ہیں ان میں اجر وثواب کا ذکر تھا، لیکن ان حدیثوں میں تارکین جہاد کو خدا کے قہر وغضب سے ڈرایا گیا ہے۔ آخری حدیث خون کے اس قطرے کی حرمت ومنزلت کو ظاہر کرتی ہے جو خدا کی راہ میں بہایا گیا ہو۔ جب قطرے کی یہ عظمت ہے تو جس کا قطرہ ہے اس کی قدر ومنزلت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

جہاد واقعات کی روشنی میں

خدا کی راہ میں جان دینے کا جذبہ شوق خود رفتگی کے عالم میں دیکھنا ہو تو صحابہ کرام کی زندگی کا مطالعہ کیجئے۔ وہ ہر وقت اس موقعہ کے انتظار میں رہتے تھے کہ کب رسول عربی ﷺ کا منادی آواز دے اور ہم سروں کا نذرانہ لئے حاضر ہو جائیں۔ کوئی جان کی حفاظت کے لئے دعائیں مانگتا ہے اور وہ خدا کی راہ میں جان قربان کرنے کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔
اس عنوان پر ذیل میں چند واقعات صرف اسلئے سپرد قلم کر رہا ہوں کہ دین حق کی سربلندی کیلئے سرفروشی کا وہی جذبہ کاش ہمارے اندر بھی پیدا ہو جائے۔

سرفروشی کا ایک رقت انگیز واقعہ

مدینے کی وہ رات جسکی صبح کو معرکہ بدر کیلئے روانگی تھی۔ عاشقان اسلام کیلئے عید کی رات سے کم نہ تھی۔ رات کی تنہائی میں دو سرفروش مجاہد آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ شاید طلوع ہونے والی صبح تمنا کی خوشی میں ان کی آنکھوں سے نیند اڑ گئی تھی۔ عالم شوق کی سرمستی میں گفتگو اتنی والہانہ ہو گئی تھی کہ بات بات پر پلکوں کا دامن بھیگ جاتا تھا۔
جذبات کے تلاطم میں بے خود ہو کر ایک ساتھی نے دوسرے سے کہا۔ طلوع سحر میں اب چند ہی گھڑیوں کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ محبت شوق کا یہ پر کیف عالم شاید پھر نہ مل سکے، اسلئے آؤ کل کے پیش آنے والے معرکہ جنگ کیلئے اپنے رب کے حضور میں اپنی سب سے محبوب آرزو کی دعا مانگی جائے۔ یہ سنتے ہی فرط مسرت سے دوسرے ساتھی کا چہرہ کھل اٹھا، جذبہ شوق کی وارفتگی میں اس پیشکش کا خیر مقدم کرتے ہوئے جواب دیا۔ نہاں آرزو کی شادابی کیلئے اس سے زیادہ رقت انگیز لمحہ اور کیا مل سکتا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو اور تمہاری دعا پر میں آمین کہوں گا۔
اب دل کا عالم قابو سے باہر ہو چلا تھا۔ روح کی گہرائی سے لیکر پلکوں کی چلمن تک ساری ہستی ایک پر سوز کیف میں ڈوب گئی تھی۔ ہاتھ اٹھتے ہی دعا کے یہ الفاظ رات کی خاموش فضا میں بکھر گئے۔
خداوندا! کل میدان جنگ میں دشمن کا سب سے بڑا سورما اور جنگ آزمودہ بہادر مقابلے پر آئے، میں اس پر شیر کی طرح ٹوٹ پڑوں، پہلی ہی ضرب میں اسکی تلوار کی دھار موڑ دوں۔ اسکے نیزے کے ٹکڑے اڑا دوں، اور اپنی نوک شمشیر اس کے سینے میں پیوست کر کے اس زمین پر تڑپتا ہوا دیکھوں، ٹھیک اس وقت جبکہ وہ شدت کرب سے چیخ رہا ہو میں اس کے قریب جا کر آواز دوں، آج تیرے کفر کا غرور ٹوٹ گیا۔ تیری طاقت کا نشہ اتر گیا، جس خدا کی غیبی قدرتوں کا تو نے مذاق اڑایا تھا۔ دیکھ! آج اس نے بادلوں کے اوٹ سے اپنے جلال وجبروت کا لشکر اس میدان میں اتار دیا ہے، اپنی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے خدا کے محبوب پیغمبر کی فیروزمندیوں کا یہ منظر دیکھ لے کہ فتح ونصرت انکے قدموں کا بوسہ لے رہی ہے۔
پھر اس کا سر قلم کر کے ہمیشہ کیلئے ذلتوں کی خاک پر اسے روندے جانے کیلئے پھینک دوں۔ اب دوسرے ساتھی نے اپنی دعا کا آغاز یوں کیا۔
الہ العلمین! میری آرزو یہ ہے کہ کل پیش آنے والے معرکہ جنگ میں میرا مقابلہ دشمن کے سب سے جیوٹ اور دلیر سپاہی سے ہو۔ وہ طرح طرح کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر میرے مقابلے پر آئے، شوق شہادت میں سرشار ہو کر میں اس کی طرف بڑھوں، وہ میرے اوپر حملہ کرے میں اس کے اوپر وار کروں، لڑتے لڑتے میں گھائل ہو جاؤں، میرا سارا جسم زخموں سے چور چور ہو جائے۔ اسلام کے ساتھ میری والہانہ محبت میرے رگوں سے خون کی ایک ایک بوند کا خراج وصول کر لے، یہاں تک کہ میں بیدم ہو کر زمین پر گر پڑوں، دشمن میرے سینے پر سوار ہو کر میرا سر قلم کر لے، میری ناک کاٹ دے، میرے آنکھیں نکال لے۔ میرے چہرے کی ہیئت بگاڑ دے اور میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے
اس کے بعد میں اس حال میں تیرے سامنے پیش کیا جاؤں کہ میری ناک کٹی ہو، آنکھیں نکال لی گئی ہوں، کان جدا کر دیئے گئے ہوں، زخموں کے نشانات سے میرے چہرے کی ہیئت بگاڑ دی گئی ہو، پھر سر سے پا تک خون میں نہائے ہوئے اپنے مسکین بندے کو اس حال میں دیکھ کر تو دریافت کرے۔
یہ تو نے اپنا حال کیا بنا رکھا ہے۔ میری دی ہوئی آنکھیں کیا ہوئیں؟ کان اور ناک کہاں پھینک آئے؟ تیرا خوبصورت چہرہ کیسے بگڑ گیا؟
پھر میں جواب دوں کہ رب العزۃ! تیرے محبوب کی خوشنودی کیلئے یہ سب کچھ میرے ساتھ پیش آیا۔ اب میری آخری تمنا ہے کہ تو مجھ سے راضی ہو جا اور اپنے محبوب کو راضی کر دے۔
واقعات کے راوی بیان کرتے ہیں کہ دونوں وارفتہ حال سرفروشوں کی یہ پرسوز دعائیں بارگاہ رب العزۃ میں قبول ہو گئیں۔ دوسرے دن میدان جنگ میں دونوں کے ساتھ وہی واقعات پیش آئے جو اپنے رب کے حضور میں بطور دعا انہوں مانگی تھی۔

عشق واخلاص کی ارجمندی کا ایک بے مثال واقعہ

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

کہتے ہیں کہ کہ غزوہ خیبر کے موقعہ پر ''اسود راعی'' نام کا ایک شخص تھا، یہ ایک حبشی تھا جو یہودیوں کے مویشی چرایا کرتا تھا صحرا سے اس قدر مانوس تھا کہ اپنے وقت کا بیشتر حصہ وہیں گزارتا تھا، ایک دن شام کو پلٹ کر آبادی میں آیا تو دیکھا کہ سارے یہودی جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہیں ۔تلواروں پر پانی چڑھایا جا رہا ہے، کہیں نیزے اور تیروں کی نوکیں صیقل کی جا رہی ہیں۔ جگہ جگہ سپاہیوں کی صف بندی کی مشق کرائی جا رہی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر اسے بڑی حیرت ہوئی، اس نے متعجبانہ لہجے میں دریافت کیا...... یہ کس کیساتھ جنگ کی تیاری ہو رہی ہے؟ ایک یہودی نے جواب دیا، کیا تجھے معلوم کہ عرب کے نخلستان میں ایک شخص پیدا ہوا ہے۔ جو نبوت کا مدعی ہے، وہ اپنے ساتھ دیوانوں کی ایک فوج لیکر فلاں مقام پر ٹھہرا ہوا ہے۔ اور خیبر کی طرف کوچ کرنے والا ہے۔ یہ ساری تیاریاں اس کے مقابلے کیلئے ہو رہی ہیں۔ جاسوسوں کی اطلاع کے مطابق امروز فردا میں اسکی فوجیں ہمارے قلعہ کی فصیل تک پہنچ جائیں گی۔ یہ جواب سن کر چرواہے کے لاشعور میں اچانک جستجوئے شوق کا ایک چراغ جلا۔ اور وہ حقیقت سے قریب ہو کر سوچنے لگا۔ بلاوجہ کوئی دیوانہ نہیں ہوتا اور وہ بھی دیوانوں کی فوج جو جان دینے کیلئے ساتھ آئی ہے، جھوٹ اور فریب کی بنیاد پر ہر طرح کا سودا ہو سکتا ہے لیکن جان کا سودا ہر گز نہیں ہو سکتا۔ یہ سوچتے سوچتے بیساختہ اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی ''یقیناً وہ ایک سچا پیغمبر ہے'' یہ کہتے ہوئے اٹھا اور اپنی بکریوں کو ساتھ لئے ہوئے بے خودی کے عالم میں وہ ایک طرف چل پڑا۔ بالآخر سراغ لگاتے لگاتے وہ پیغمبر اسلام کے لشکر میں پہنچ گیا...... حضور جان نور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس نے پہلا سوال یہ کیا آپ کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ حضور نے اس کے دل کے کشور کا دروازہ کھولتے ہوئے جواب دیا...... اس بات کی کہ اللہ واحد لاشریک ہے، اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے نبیوں اور رسولوں کا ایک طویل سلسلہ دنیا میں قائم فرمایا جسکی آخری کڑی میں ہوں۔ اس نے پھر دریافت کیا کہ اگر میں خدا کی توحید پر ایمان لاؤں اور آپ کی نبوت کا اقرار کرلوں تو مجھے کیا صلہ ملے گا؟ فرمایا عالم آخرت کی دائمی آسائش۔ پھر اس نے حقیقت سے قریب ہو کر اپنی بے مائگی کا اسطرح اظہار کیا۔ یارسول اللہ! میں ایک حبشی نژاد ہوں۔ میرے جسم کا رنگ سیاہ ہے، میرا چہرہ نہایت بدشکل ہے، میں ایک صحرا میں چرواہا ہوں، میرے بدن کے پسینے سے بدبو نکلتی ہے، لوگ مجھے حقیر نظر سے دیکھتے ہیں، اگر میں بھی آپ کے دیوانوں کی فوج میں شامل ہو کر راہ خدا میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا مجھے بھی جنت میں داخلے کی اجازت مل سکے گی۔ ارشاد فرمایا...... ضرور ملے گی اور پورے اعزاز و اکرام کیساتھ ملے گی یہ سنتے ہی وہ بیخود ہو گیا اور اسی وقت کلمہ پڑھکر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے بکریوں کی بابت دریافت کیا...... ارشاد فرمایا۔ دوسرے کی چیز ہمارے لئے حلال نہیں ہے، انہیں قلعہ کی طرف لیجاؤ اور کنکر مار کر ہنکا دو یہ سب اپنے اپنے مالک کی پاس چلی جائیں گی۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اب اسے ولولہ شہادت کے ہیجان سے ایک لمحہ قرار نہیں تھا۔ فوراً الٹے پاؤں واپس لوٹ آیا اور مجاہدین اسلام کی صفوں میں شامل ہو گیا۔

واقعات کے راوی بیان کرتے ہیں کہ دوسرے دن جب میدان میں سپاہیوں کی قطار کھڑی ہوئی تو جذبہ شوق کی بیتابی اس کے سیاہ چہرے سے شبنم کے قطروں کی طرح ٹپک رہی تھی۔ طبل جنگ بجتے ہی اس کے ضبط و شکیب کا بند ٹوٹ گیا اور وہ اضطراب کے عالم میں دشمنوں کی یلغار میں کود پڑا۔

لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس کے سیاہ ہاتھوں میں چمکتی ہوئی تلوار کا منظر ایسا بھلا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کالی گھٹاؤں میں بجلی کوند رہی ۔ نہایت بے جگری کے ساتھ اس اس نے دشمن کا مقابلہ کیا، زخموں سے سارا جسم لہولہان ہو گیا تھا لیکن شوق شہادت میں وہ دشمن کی طرف بڑھتا گیا یہاں تک کہ چاروں طرف سے اس پر تلواریں ٹوٹ پڑیں، اب وہ نیم جاں ہو کر زمین پر تڑپ رہا تھا۔ گھائل جسم میں اسکی روح مچل رہی تھی کہ اب جنت کا صلہ بہت ہی قریب رہ گیا تھا۔

لڑائی ختم ہونے کے بعد جب اسکی نعش حضور سید العالمین ﷺ کے سامنے پیش کی گئی تو اسکے فیروز بخت انجام پر سرکار کی پلکیں بھیگ گئیں...... فرمایا اسے جنت کی نہر حیات میں غوطہ دیا گیا، اب اس کے چہرے کی چاندنی سے جنت کے بام و در چمک رہے ہیں۔ اس کے پسینے کی خوشبو سے حوران بہشت اپنے اپنے آنچل معطر کر رہی ہیں، جنت کی دو حسین وجمیل حوریں اپنے جھرمٹ میں لئے ہوئے اسے باغ خلد کی سیر کرا رہی ہیں۔

سرکار کے اس بیان پر بہت سے صحابہ کے قلوب رشک سے مچل گئے۔ اسکے نصیبے کی ارجمندی پر سب محو حیرت تھے کہ اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے کوئی عمل خیر نہیں کیا تھا۔ اس کے نامہ عمل میں ایک وقت کی نماز تھی نہ ایک سجدہ تھا۔ سفید شفاف کفن کی طرح زندگی کا سادہ ورق لئے ہوئے گیا اور بڑے بڑے زاہدان شب زندہ دار کو اپنے پیچھے چھوڑ گیا...... سچ کہا ہے عارفاں طریقت نے کہ عشق و اخلاص کی ایک ادائے جنوں انگیز ہزار برس کی بے ریا عبادت و ریاضت پر بھاری ہے۔

لنگڑاتے ہوئے پاؤں سے جنت کی سرزمین پر چہل قدمی کی تمنا

حضرت عمرو بن جموح نام کے ایک صحابی ہیں جو ایک پاؤں سے لنگڑے تھے، جنگ احد کے دن جب وہ اپنے فرزندوں کے ساتھ جہاد کیلئے آئے تو لنگڑانے کی وجہ سے حضور نے انہیں میدان میں اترنے سے روک دیا۔ گڑگڑاتے ہوئے انہوں

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

نے حضور سے درخواست کی کہ مجھے لڑنے کی اجازت مرحمت فرمائیے، میری تمنا ہے کہ لنگڑاتے ہوئے جنت میں چلا جاؤں انکی بے قراری اور گریہ و زاری دیکھ کر حضور نے انہیں میدان میں اترنے کی اجازت دیدی۔ اجازت پاتے ہی وہ خوشی سے اچھل پڑے اور کافروں کے ہجوم میں گھس کر ایسی بے جگری کے ساتھ لڑے کہ صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ دشمن کی فوجوں نے چاروں طرف سے گھیر کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ وہ گھائل ہو کر زمین پر گر پڑے، یہاں تک کہ شہادت کی موت سے وہ سر فراز ہوئے......

جنگ ختم ہو جانے کے بعد جب ان کی اہلیہ حضرت ہند نے ان کا جنازہ اونٹ پر لاد کر جنۃ البقیع کی طرف لیجانا چاہا تو ہزار کوشش کے باوجود اونٹ ادھر کا رخ نہیں کرتا تھا۔ بار بار میدانِ جنگ ہی کی طرف بھاگ کر جاتا تھا۔ جب حضور کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو حضرت ابن جموح کی اہلیہ کو بلوایا اور ان سے دریافت کیا۔ گھر سے نکلتے وقت کیا ابن جموح نے کچھ کہا تھا، انہوں نے کہا کہ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی تھی۔ اللھم لا تعدنی الیٰ اھلی ''یا اللہ! مجھے میدان جہاد سے اپنے اہل وعیال کی طرف واپس نہ کرنا۔ ارشاد فرمایا کہ انکی دعا قبول ہوگئی ہے۔ اب یہ اونٹ مدینے کی طرف نہیں جائے گا۔ ان کا جنازہ اسی میدان میں دفن کردو۔

مولائے کریم شہادت کی موت سے ہر مسلمان کو سرفراز کرے۔

جنگ کے میدانوں میں خدا کی غیبی مدد، نبی ﷺ کی شان استقامت اور صحابہ کرام کی جاں نثاری و سرفروشی کے واقعات پڑھکر آج کے دور میں باوقار زندگی کیلئے مرنے کا سلیقہ سیکھیے۔

وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

✪★✪

خلوص نیت اور حسن عمل

اے ایم انصاری شکر گڑھ

کسی کام کو کرنے کا ذہن میں خیال اور دل میں ارادہ ''نیت'' ہے اور ''عمل'' اس کا ظہور ہے ہم کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے اپنے ذہن وقلب میں اس کا ارادہ اور نیت کرتے ہیں اور بعد میں بذریعہ عمل اس کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اچھے برے اعمال کا انحصار ہماری نیت پر ہے۔ جو عمل خلوص اور نیک نیتی کی دولت سے تہی ہوگا نہ تو درحق میں اس کی اجابت ہوگی اور نہ ہی لوگوں میں اس کی قبولیت اور پذیرائی ہوگی، نیک خیال اور صالح اعمال والوں کیلئے! اس دنیا میں بھی عزت اور کامیابی ہے اور آخرت میں بھی مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

ہمارے دین اسلام کی مذہبی زندگی حسن عمل سے عبارت ہے، شریعت میں نیک نیتی اور حسن عمل کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ خلوص نیت اور حسن عمل زندگی کا سرمایہ ہے اور سربلندی کا آسمانی معیار، نیک نیتی اور حسن ارادہ سے سیرت و کردار اور عقیدہ و اخلاق کی پاکیزگی جنم لیتی ہے۔ خلوص نیت اور حسن عمل وہ بنیاد ہے جس پر بلند اخلاقی، بلند کرداری اور نیک سیرتی کی عظیم الشان عمارت تعمیر کی جاسکتی ہے۔ جو نیک نیت، نیک سیرت اور نیک عمل کرنے والے ہوتے ہیں انہیں عزت اور مقبولیت ملتی ہے۔

یاد رکھیے کسی انسان کی کامیابی وناکامی، زندگی میں بہار وخزاں کا انحصار اسکی نیت و عمل پر ہے۔ انسان خلوص نیت اور حسن عمل سے اپنی زندگی کو رشک صد بہاراں بھی بنا سکتا ہے ہمیں چاہیے کہ دیانت داری بلند کرداری، اخلاقی اقدار اور انسانی اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی کے ہر مرحلے اور موڑ پر خلوص نیت اور حسن عمل کا مظاہرہ کریں اور برے اعمال سے بچیں۔ ہماری نجات بہتری اور کامیابی اسی بات میں ہے۔

پس بساط حیات پر سے گزرتے ہوئے زندگی کے ہر لمحے میں کچھ نہ کچھ بہتر عمل کے بیج بکھیرتے رہو۔ مثبت اور تعمیری تخم ریزی کا یہ عمل مسلسل کرتے رہئے، آپ بہت جلد اپنی زندگی کے اردگرد خوبصورت، حسین اور رنگین پھولوں کو اگا ہوا پائیں گے جن کی خوشبو آپ کی زندگی کو خوشیوں اور کامیابیوں سے مہکا دے گی۔ جو کچھ آپ کل حاصل کرنا چاہتے ہیں اس کی فکر آج کیجئے۔ جس نے آج اچھا عمل کیا اس نے کل اس کا اچھا ثمر پایا۔ جو آپ آج بیجو گے وہی کل کاٹو گے، لہذا اچھے بیج بیجئے، نیک عمل کیجئے، مثبت راہ اختیار کیجئے تا کہ کل آپ کو اس کا اچھا ثمر اور بہتر اجر ملے۔

Mufakkir-e-Islam Research Center Islamabad

خالص اور ناخالص توحید

عقیدہ توحید کو سمجھنے کیلیے راہنما تحریر

پروفیسر
محمد حسین آسی

اسلام کا اولین عقیدہ ''توحید'' ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام اس کی تعلیم دینے کیلیے مبعوث ہوئے۔ ان سب نے سورج، چاند، درخت، پتھر، آگ، انسان اور جانور غرض خدائے واحد کے سوا جس جس کو بھی عبادت کے قابل سمجھا گیا، اس کی نا پائیداری کمزوری بلکہ بے بسی اور بے علمی و بے اختیا ری واضح کرکے اپنے بھیجنے والے سچے اللہ، کی عظمت وکبریائی کا اعلان کیا اور اس کو خالق، مالک حقیقی معبود ما نا اور منوایا۔ ان پیغمبران کرام علیہم الصلوۃ والسلام نے وضاحت اور یقین سے توحید کے عقیدے کی یوں تشریح کی:

''اللہ ایک ہے پاک، بے مثل و بے عیب ہے، ہر کمال وخوبی کا جامع ہے کوئی کسی بات میں نہ اسکا شریک، نہ اس سے بڑھ کر وہ مع اپنی صفات کمالیہ کے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ہمیشگی صرف اس کی ذات کیلیے ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے پہلے نہ تھا جب اس نے پیدا کی تو ہوا۔ وہ اپنے آپ ہے اس کو کسی نے پیدا نہیں کیا، نہ وہ کسی کا باپ ہے، نہ کسی کا بیٹا، نہ اس کے کوئی بی بی، رشتہ دار سب سے بے نیاز۔ وہ کسی بات میں کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج۔ روزی دینا، مارنا، جلانا، (یعنی زندہ کرنا) اسی کے اختیار میں ہے۔ وہ سب کا مالک جو چاہے کرے اس کے حکم میں کوئی دم نہیں توڑ سکتا۔ بغیر اس کے چاہے، ذرا تک نہیں ہل سکتا، وہ ہر کھلی چھپی، ہونی، ان ہونی کا جانتا، کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ دنیا جہان سارے عالم کی ہر چیز اس کی پیدا کی ہوئی ہے۔ سب اس کے بندے ہیں۔ وہ اپنے بندوں پر ماں باپ سے زیادہ مہربان رحم کرنے والا، گناہ بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اس کی پکڑ نہایت سخت، جس سے بغیر اس کے چھوڑے کوئی چھوٹ نہیں سکتا عزت، ذلت اسی کے اختیار میں ہے۔ جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے ذلیل کرے، مال و دولت اسی کے قبضے میں ہے۔ جسے چاہے امیر کرے، جسے چاہے فقیر کرے (قانون شریعت)

ظاہر ہے، اپنی ذات وصفات کا یہ بیان اور توحید کی مختلف پہلوؤں کی تشریح کرنے کیلیے وہ خود سامنے نہیں آیا (اور آنے جانے سے بھی تو وہ پاک ہے) بلکہ یہ سارا کام اس نے اپنے محبوب بندوں کے ذریعے کیا۔ توحید کے مضمون پر جو سوالات و شبہات پیدا ہوتے تھے، انہی کا جواب بھی اس قادر کریم نے انبیاء، نے برگزیدہ رسولوں اور انبیوں کی وساطت سے دیا۔ نظر آنے والے (جھوٹے) معبودوں سے ہٹا کر نظر نہ آنے والے سچے خدا کو منوا نا ان خاصان خدا کا عظیم کارنامہ ہے۔ سب سے آخر میں، سب رسولوں اور نبیوں کے سردار، ساری کائنات کے پیغمبر حضور سیدنا محمد مصطفیٰ علیہا التحیۃ والثناء نے تو کمال ہی کردیا حضور ﷺ نے توحید کا نور اس طرح نشر فرمایا کہ ذہنوں کے دریچے کھل گئے، فکر زاویے کشادہ ہوئے اور اوہام کی زنجیریں ٹوٹ گئیں، دماغ روشن ہو گئے، اور قلب و روح کو سکون مل گیا، جنہیں شرک کا گھمنڈ ہو گیا تھا، رحمت للعالمین علیہ الصلوۃ والتسلیم کے جلوہ رحمت سے شفایاب ہو گئے، جو الحادیت کی ظلمات میں چھپے ہوئے تھے، یقین کے چشمہ آب حیات تک پہنچ گئے۔ جنہیں اپنی جہالت پر غرور تھا، علم وعرفان کے انوار کے بیچ ڈوب گئے۔

لیکن یہ سب کیونکر ہوا اور انبیاء ورسل بالخصوص حضور خاتم الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام یہ عظیم بلکہ عظیم تر کارنامہ کیسے انجام دیا۔ اسے سمجھنے جو جو شبہات پیدا ہوتے تھے ان کا جواب دینے کیلیے خدائے واحد و یکتا نے ان انبیاء ورسل علیہم السلام کو اپنی صفات اور کمالات قدرت کا مظہر بنا دیا دنیا نے سچے خدا کو نہ پہلے دیکھا تھا اور نہ اب مگر رسولوں اور نبیوں کو دیکھا، ان کی بے مثال قوتیں اور بے مثال کمالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھے، تو بھیجنے والے اور کمالات بخشنے والے خدا کی عظمت قدرت میں انہیں کوئی شک نہ رہا۔ مثلاً خدائے واحد کے بارے میں نبیوں اور رسولوں کے بارے میں بتایا کہ وہ ہر چیز کا خالق مالک ہے۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اسی نے پیدا فرمائی ہے۔ اور ہر شے اسی کی سرنگوں اور اسی کی تابع فرمان ہے۔ یہ محض عقیدہ تھا، اس کا ایسا ثبوت کہ لوگ اپنی آنکھوں سے خدا کو حکم دیتے ہوئے اور مختلف اشیاء کو حکم مانتے ہوئے دیکھیں کیونکر ممکن تھا۔ پھر جب تک ثبوت نہ ملے، اللہ کے سچا خدا ہونے اور کنار کے جھوٹے معبودوں کے جھوٹا ہونے پر یقین کیسے آئے۔ اس کا حل یہ اختیار کیا گیا کہ خدا کے محبوب حکم دیں اور بے جان اشیاء تعمیل کریں، اور پھر اسی تعمیل کہ دشمنوں کے منصوبے خاک میں مل جائیں۔

چنانچہ توحید کا مضمون واضح کرتے ہوئے ان کیلیے آگ گلزار بن گئی۔ ان کے ہاتھ کے عصا کو اژدہا ہونے کی صلاحیت دی گئی، پتھروں سے چشمے جاری کیے گئے۔ پانی میں راستے نکالے گئے

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

...نتوں کو بلایا گیا ...گر بتوں کی شہادت نہ ملی تی
دیکھیے حضرت ابراہیم پر آگ ٹھنڈی ہو
گئی اور یوں نمرود ناکام ہو گیا کیا اس کی ناکامی اس کے
...خدا نہ ہونے کی دلیل نہ تھی اور جناب ابراہیم پر آگ
کا ٹھنڈا ہونا اس حقیقت کا واضح ثبوت نہیں تھا کہ
جس کو یہ خدا مانتے ہیں وہ قادر مطلق ہے۔ اللہ ...
...یات، کا مالک ہے۔ کیا اس کا ثبوت دینے کیلئے اللہ
...کریم نے لوگوں کے سامنے آ کر کوئی مردہ زندہ کیا،
نہیں بلکہ قرآن پاک کے مطابق حضرت عیسیٰ کو یہ
...طاقت بخشی گئی گویا اس کمال قدرت کا انہیں مظہر بنایا
گیا۔ اب حضرت عیسیٰ کا مردوں کو زندہ کرنا ان کے
خدا ہونے کی دلیل (معاذ اللہ) نہیں جیسا کہ
عیسائیوں نے سمجھا بلکہ ان کی رسالت اور عبدیت خا
ص ہے اور ان کو نبی بنا کر بھیجنے والے اللہ کی الوہیت کی
دلیل ہے۔ یونہی خدا ہی عالم الغیب ہے اور اس کا
ثبوت نبی علیہ السلام کے علم غیب سے ہوگا اگر خدا
کے سوا کوئی اور بھی عالم غیب ہوتا تو نبی کے دشمنوں
کو بھی علم غیب ہوتا۔ نبی کو ہو، اور نبی کے مخالف کو
علم غیب نہ ہو۔ یہ خدا کے عالم غیب ہونے کی سب
سے مضبوط دلیل ہے۔

قرآن کریم کی ایسی آیات جن میں مثلاً یہ
مضمون ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا علم غیب کسی کو نہیں، در
اصل کافروں کو چیلنج ہے۔ یونہی مثلاً یہ مضمون اللہ
کے سوا کوئی نفع نقصان کا مالک نہیں سب کا مقصد
یہی ہے کہ اے کافرو سچے خدا کے آستانے کو چھوڑ
کر تم کن بے بس بے اختیار بتوں کو مان رہے ہو۔ یہ
انہی آیات میں دراصل انبیاء علیہم السلام کی قوتوں
کا اعلان بھی ہے۔ کہ خدا ہی نفع نقصان کا مالک حقیقی
ہے۔ اور اس کا ثبوت اس کے برگزیدہ محبوبوں کے
کمالات، تصرفات اور دعوات (یعنی دعائیں) ہیں۔
یہ وہ پاک بندے ہیں جنہیں خدا نے اولوالایدی
والابصار (ہاتھوں اور آنکھوں والے) فرمایا ہے۔
ہاتھ اور آنکھیں رب نے سب کو عطا کی ہیں۔ پھر

...چنانچہ انہیں ہاتھوں آنکھوں والا کہنا کس معنی میں
ہے۔ یقیناً یہ ان کے روحانی و عملی کمالات کی طرف
اشارہ ہے۔ جن کے زیر اثر لوہا موم بن جاتا
ہے۔ برص والے اور مادرزاد اندھے ٹھیک ہو جاتے
ہیں گھروں میں بلکہ کائنات کے دور دراز گوشوں
میں چھپی ہوئی چیزیں ان کے سامنے اشکاف رہتی
ہیں۔ چاند سورج جنہیں کفار پوجتے تھے ان کے
معبود ہونے کی سب سے واضح اور مضبوط دلیل
جناب رب العلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشا
رے پر چاند کا دولخت ہونا اور ڈوبے سورج کا لوٹنا
ہے انہی کمالات نبوت کی بنا پر خدائے قیوم و
قادر نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ربا
ن یعنی ناقابل شکست دلیل فرمایا۔

غرض یہ کہ اصل توحید۔ اللہ تعالیٰ کی
ذات و صفات میں یکتا اور لاشریک ہے اس کے
کمالات قدرت کے مظہر، دلیل اور ثبوت کمالات
نبوت و ولایت ہے۔ وہی سب کا خالق تو محبوبوں کی
دعائیں قبول فرما کے بعض لوگوں کو اولاد اور دوسری
مخصوص صلاحیتوں سے نواز دیتا ہے۔ وہی سب کا
مالک حقیقی ہے۔ تو جسے جس چیز کا چاہے مالک بنا
دے، وہی عالم الغیب ہے اور دلیل یہ کہ اس نے اپنے
مقبولان بارگاہ کو بیشمار علوم غیبیہ سے مشرف فرمایا اور
وہی نفع ونقصان کا مالک ہے تو جسے چاہے نفع دے اور
جسے چاہے نقصان، بلکہ جس چیز کو چاہے نفع بخش بنا
دے اور جسے چاہے نقصان دہ وہی اصل میں حاجت
روا ہے، جسے چاہے حاجت روائی کا سبب بنا دے، اب
جسے حاجت روائی کا سبب بنایا، اسی کو مجازاً حاجت روا
کہہ دیا تو کوئی حرج نہیں۔ اسلئے کہ کہنے والا عقیدہ تو
حید کا قائل ہے۔ اور جانتا ہے، حقیقت میں ایک ہی
حاجت روا ہے۔ کسی کا ہونا محض عطائی اور مجازی طرح
پر ہے۔ یونہی کہ کسی کو مشکل کشا، نافع ضار (نقصان
دہ) دانائے غیوب، حاضر و ناظر کہتا ہے تو ظاہر ہے کہ
وہ مجاز کے طور پر کہہ رہا ہے، ہاں خدا کے سوا کسی کو

الہ یا خالق یا واجب الوجود نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ
صفات کسی کو عطا نہیں ہو سکتیں۔ مزید وضاحت
کیلئے قرآن مجید کی درج ذیل آیت پر غور فرمایئے۔

"ولا یحزنک قولھم ان العزۃ للہ
جمیعا ھو السمیع العلیم"

ترجمہ: "اور تم ان باتوں کا غم نہ کرو
بیشک عزت ساری اللہ کیلئے ہے۔ وہی سنتا جانتا
ہے"۔ (یونس آیت ۶۵)۔

اس میں کفار کے خرافات کو نظر
انداز کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے پھر تسلی دیتے
ہوئے فرمایا بیشک ساری عزت کا مالک اللہ ہے یعنی
جب وہی اللہ عزت کا مالک ہے تو کیونکر ممکن ہے کہ
اس کے محبوب بندے عزت سے محروم رہیں اور یہ
جو بیہودہ گوئی میں مصروف ہیں، خداوند کریم ان کی
باتوں کو سنتا اور ان کے ناپاک منصوبے جانتا
ہے۔ (گویا یہاں خدا نے اپنے سمیع و علیم ہونے کا ذکر
اس لئے فرمایا ہے کہ کفار گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا
پورا بدلہ دیا جائے)۔

اب کوئی شخص اپنی الٹی کھوپڑی سے
آیت پڑھ کر یہ نتیجہ نکالے کہ عزت کا مالک
ہے۔ لہذا اس کے سوا کسی کو معزز یا صاحب عزت
سمجھنا شرک ہوگا، تو یہ کس قدر ظلم کی بات ہے۔ اور
اگر ایسے کم عقل کو اس پر اصرار ہے، تو قرآن حکیم
کے اس ارشاد کا ترجمہ کیا جائیگا۔

"قل اللھم ملک الملک تؤتی
الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء و
تعز من تشاء تذل من تشاء بیدک الخیر۔ انک
علی کلی شیء قدیر" (ال عمران ۲۶)۔

ترجمہ۔ "یوں عرض کر اے اللہ ملک
کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے
چاہے سلطنت چھین لے، اور جسے چاہے عزت
دے، اور جسے چاہے ذلت دے، ساری بھلائی
تیرے ہاتھ میں ہے، بیشک تو سب کچھ کر سکتا

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

ہے"۔غور فرمائیے،عزت دے، والی بات سے وہی بات ثابت ہوئی نہیں اس سے پہلے یہ تصریح بھی ہو گئی کہ اللہ بادشاہی کا مالک ہے۔اور مالک ہونے کی حثیت سے جسے چاہے بادشاہی عطا فرمائے۔

"وللہ العزة و لرسولہ وللمومنین ولکن منفقین لا یعلمون "۔

ترجمہ:"اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کیلئے ہی ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں"۔(المنافقون۔۸)

۔جب خود اللہ اپنے ساتھ اپنے رسول ﷺ اور اس کے غلاموں کے صاحب عزت ہونے کا ذکر کر رہا۔تو فرمائیے اس شخص کا کیا بنا جو ایک آیت کا مفہوم اپنی کج طبعی پر بیان کرتا ہو کہ جی عزت کا مالک اللہ ہے۔یعنی کسی اور کو صاحب عزت سمجھنا توحید کا منافی ہے۔اگر یہ توحید ہے تو قرآنی توحید نہیں بلکہ اوپر والی آیت بتا رہی ہے کہ منافقین کی اپنی وضع کردہ توحید ہے۔

اس آیت کا پہلا حصہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"یقولون لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منہا الاذل"۔

ترجمہ:(منافق) کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے۔

یہ بکواس رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے کی تھی اور اس نے خود کو عزت والا نیز محبوبانِ خدا کو اس کے برعکس ٹھہرایا تھا۔اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا جو اوپر گذرا کہ عزت اللہ،اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے۔منافق جاہل ہیں اس لئے نہیں اس کی خبر نہیں۔

اب اس سے پہلی پر بھی غور کیجئے۔

"ھم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا وللہ خزائن السموت والارض و لکن المنفقین لا یفقھون"۔

ترجمہ:وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں۔یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں اور اللہ ہی کیلئے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے مگر منافقون کو سمجھ نہیں (کنز الایمان)۔

یہ کہنے والا بھی وہی عبداللہ یعنی منافقون کا سردار تھا۔جواباً اللہ نے فرمایا کہ آسمان اور زمین کے خزانوں کا مالک اللہ ہے یعنی جب وہ مالک ہے تو رسول اللہ اور ان کے غلاموں کو کیا کمی اور وہ کسی اور کے کیوں محتاج ہوں۔اللہ کے خزانے رسول ﷺ اور غلامان رسول رضی اللہ عنھم ہی کے لئے تو ہیں۔گویا اللہ کا مالک ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ اس کے فضل سے اس کا رسول ان خزانوں کا مالک ہے اور رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے اہل ایمان اپنی اپنی شان لائق ان کے مالک ہیں۔اور یہ عقیدہ ہے جسے منافقین سمجھ نہیں سکتے۔ان حرص و ہوا کے بندوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کا رسول اور رسول کے سچے غلام، اللہ کے فضل سے زمین کے مالک اور خزانوں کے وارث ہیں تو فوراً اپنی رعونت سے بار آ جائیں۔واقعی منافقوں کو سمجھ نہیں آتی حالانکہ مومن تو بغیر کسی شک وشبہ کے مانتے اور اعلان کرتے ہیں کہ

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

بلکہ حضرت اقبال تو خدا کی طرف سے یہ قاعدہ پیش کرتے ہیں۔

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اسی بات کو جناب ظفر علی خاں ایڈیٹر زمیندار نے یوں بیان کیا

جو کرنی ہے جہانگیری محمد کی غلامی کر
عرب کا تاج سر پہ رکھ خداوند عجم ہو جا

یہ عقیدہ جیسا کہ اوپر گذرا،قرآن کا سکھایا ہوا ہے اور کثیر روایات میں موجود ہے۔مثلاً بخاری شریف میں ہے، انما انا قاسم واللہ المعطی بے شک میں ہی ہر چیز تقسیم کرتا ہوں اور اللہ ہر چیز کا عطا فرمانے والا ہے۔

گویا اللہ نے حضور ﷺ کو قاسم بنایا،کیا تقسیم کا اختیار مالک بنانے کے بغیر متصور ہے۔پھر حضور ﷺ جن میں تقسیم فرماتے ہیں،وہ اپنی شان اور حد کے لائق ملی ہوئی چیز کے مالک بنتے ہیں کہ نہیں مگر سچ ہے منافقوں کی سمجھ سے یہ چیز بالاتر ہے۔آیئے خود قرآن کی طرف،سورة الانبیاء میں ہے۔

"ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصلحون"(آیت ۱۰۵)

ترجمہ:اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

اللہ کے نزدیک نیک و پاک بندے زمین کے وارث و مالک ہیں تو کیا یہ وارث و مالک ہونا توحید کے خلاف ہے۔ہاں منافقوں کی توحید کے ضرور خلاف ہے۔افسوس،آج کل اس توحید کا پرچار بڑے زور وشور سے ہو رہا ہے،واللہ!قرآن حکیم سے اس

افسوس،آج کل اس توحید کا پرچار بڑے زور وشور سے ہو رہا ہے،واللہ!قرآن حکیم سے اس نئی بناسپتی توحید کا کوئی تعلق نہیں

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

ئی بناپیتی توحید کا کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ تو نفاق کی برکت ہے۔ منافقین اسلام دشمنوں کے زیر اثر ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں اس لئے قرآن حکیم کی آیات کا الٹا سیدھا ترجمہ کر کے موحد مانا مفہوم نکالتے ہیں اور اندھادھند مشرک ،شرک کی رٹ لگائے رہتے ہیں ۔ یارسول اللہ کہنا شرک ،انبیاء علیہم السلام والرحمہ و اولیاء کا عطائی علم غیب بھی ماننا شرک ،حضور ﷺ کو حاضر و ناظر کہنا شرک ،تقلید ائمہ شرک ،شب برات کو حلوہ کھانا شرک ،عید کے دن سویاں کھانا شرک ،علی بخش ،حسین بخش نام رکھنا شرک ،غرض کہاں تک کوئی بیان کرے ، ان سراپا شرک ، منافقین کو شرک کے سوا کچھ سوجھتا نہیں۔

یہ ہے ان کی توحید جسے قرآنی ،ایمانی اور روحانی توحید کے مقابلے میں خالص توحید کہتے ہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا ،جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ہاں ہاں خالص توحید وہی ہے جو قرآن پاک نے سمجھائی اور آج تک بھی اہل بیت اطہار صحابہ کرام ،محدثین ،مجتہدین ،اولیاء اصفیاء علیہم الرضوان توحید مانتے آئے ہیں ۔ مخالفین کی توحید ناخالص ہے۔

◇★◇★

"شبان بزم لاثانی"

شبان بزم لاثانی حالتاً ایک مذہبی تنظیم ہے۔ جس کا قیام تقریباً ایک سال قبل عمل میں آیا ہے۔ اس مختصر سے وقت میں اسنے عظیم کارنامے سرانجام دیئے ہیں اور نوجوانوں کی اصلاح کیلئے عملی اقدامات کیے ہیں ان میں سے چند ایک کو بیان کیا جارہا ہے۔

☆ سکولوں کا اجراء

کون نہیں جانتا کہ نوجوانوں کی اصلاح کیلئے سکول بہترین جگہیں ہیں چنانچہ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے نقش لاثانی پبلک سکول (بوائز) کا قیام نقش لاثانی نگر میں کیا ہے نقش لاثانی پبلک سکول (فارگرلز) اس کے علاوہ ہے جہاں بچیاں باپردہ ماحول میں اسلامی اقدار کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ دینی و دنیاوی تعلیم سے بہرہ ور ہوتی ہیں یہ دونوں سکول نرسری سے دسویں تک طلباء وطالبات کو دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ نقش لاثانی ہائی سکول ریلوے روڈ بھی شبان بزم لاثانی کا ایک اہم تعلیمی ادارہ ہے

☆ ہاسٹل (اقامت گاہ)

نقش لاثانی نگر شکرگڑھ میں سکول سے ملحق ہاسٹل بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ جہاں پورے ضلع نارووال اور بیرونی اضلاع سے بچے تعلیم کیلئے رہائش پذیر ہیں۔ یہ طلباء اپنے اساتذہ کی زیر نگرانی شعار اسلامی کے مطابق زندگیاں گزارتے ہیں ۔ خوبصورت عمارت کی بہترین سہولتوں کی موجودگی میں طلباء پرسکون انداز میں رہتے ہیں۔ اور یاد رہے کہ ان سب سکولوں اور ہاسٹل کے ڈائریکٹر حاجی اخلاق احمد صاحب ہیں۔

☆ جامعات:

جامعہ انوار لاثانی کے نام سے ایک ادارہ نقش لاثانی نگر میں کھولا گیا ہے جہاں بچوں کو ناظرہ تعلیم کے علاوہ قرآن پاک حفظ بھی کرایا جاتا ہے جہاں دو حفاظ کرام حافظ اعجاز احمد اعجاز صاحب اور حافظ قاری اشفاق احمد صاحب تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ جبکہ ناظرہ کیلئے علیحدہ قاری صاحب کا انتظام ہے نیز قرآن پاک حفظ کرانے کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم (ایف ،اے) تک کا بھی بندوبست ہے اس مثالی جامعہ کے علاوہ جامعہ انوار لاثانی خانووال اور جامعہ انوار لاثانی گگھ بھی شبان بزم لاثانی کے زیریں کارنامے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے۔ کہ ان تمام جامعات کیلئے کسی قسم کا کوئی چندہ نہیں لیا جاتا بلکہ بزم کے کارکن خود اخراجات کو برداشت کرتے ہیں۔

جامعات میں نعت خوانی اور تقریر نیز تلاوت کے مقابلے وقتاً فوقتاً کرائے جاتے ہیں نیز سکولوں میں دینی مقابلے بھی ہوتے ہیں اور پوزیشن لینے والے طلباء کو انعامات بھی دیئے جاتے ہیں۔

☆ تبلیغی دورے

شبان بزم لاثانی کے صدر جناب افتخار احمد ممنون کی زیر قیادت نیز دوسرے عہدیداروں کے ساتھ تبلیغی وفود ،دور دراز کے دیہاتوں میں بھیجے جاتے ہیں یوں یہ دور کے علاقے جہاں بجلی تک کی سہولت ابھی نہیں پہنچی ،اسلام کے اجالوں سے منور ہوتے ہیں۔

☆ دینی مسائل کی تدریس

ہر روز بعد نماز عصر نقش لاثانی ہاسٹل ، نقش لاثانی نگر میں دینی مسائل طلباء کو سکھائے جاتے ہیں اس کلاس میں نماز کے متعلقہ مسائل عربی گرائمر نیز عقائد بتائے جاتے ہیں۔ کثیر طلباء اس کلاس میں شریک ہوتے ہیں اور اس میں شرکت کیلئے ہر عام وخاص کو اجازت ہے۔

☆ مقدس کاغذات کا احترام

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ اسلامی اوراق نیز اخباری کاغذ جن پر آیات لکھی ہوتی ہیں۔ ادھر ادھر پھینک دیئے جاتے ہیں جو ہر سچے مسلمان کی دل آزاری کا باعث بنتے ہیں۔ "شیران اسلام" نے شہر میں جگہ جگہ ڈبے نصب کیے ہیں تاکہ مقدس اوراق کو ان میں ڈال کر بے حرمتی سے بچایا جائے اس پروگرام پر ہزاروں روپے خرچ کیے گئے ہیں۔

☆ زیر غور منصوبہ

1۔ پورے ضلع نارووال بلکہ اردگرد کے علاقوں میں بھی درس نظامی کا اہتمام نہیں انشا ءاللہ العزیز بہت جلد یہ منصوبہ شکرگڑھ میں

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

شروع کیا جارہا ہے۔

2۔ آئندہ سال نقش لاثانی کالج کا آغاز ہو جائے گا۔ (انشاءاللہ)

3۔ عربی زبان کی تدریس نیز دیگر قلیل المعیاد پروگرام ان کے علاوہ ہیں۔

4۔ مزید سکولوں اور جامعات کو عمل میں لایا جائیگا۔

5۔ بچیوں کیلئے مختلف ہنر سکھائے جانے کا بندوبست بھی ہمارے زیرِ غور منصوبوں میں شامل ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ قیوم زمانی حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ نے اپنے وصال سے چند ماہ قبل بزم لاثانی بنائی تو ساتھ ہی اس رائے کا اظہار کیا کہ نوجوانوں کی سطح پر بھی ایک تبلیغی مقاصد کیلئے جماعت بنائی جانی چاہیے آپ کے اسی حکم کی تعمیل میں عاشق رسول شمس العرفاء جناب پروفیسر محمد حسین آسی صاحب مد ظلہ العالی نے شبان بزم لاثانی بنائی ہے ۔اور یہ جتنے بھی پروگرام ہیں ۔آپ ہی کی زیرِ پرستی انجام پارہے ہیں اور پاتے رہیں گے ۔(انشاءاللہ العزیز)

یا اللہ جل جلالہ — یا رسول اللہ ﷺ

رب زدنی علماً

اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے

نقش لاثانی پبلک سکول

NAQSH-E-LASANI PUBLIC SCHOOL

Gumtala Road, Naqash-e-Lasani Nagar, Shakargarh

داخلہ جاری ہے

NAQSH-E-LASANI PUBLIC SCHOOL
Gumtala Road, Near Mithy Gate,
Naqsh-e-Lasani Nagar, Shakargarh Ph # 3250

ترانہ

غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

کیا قطرہ قطرہ حسرت سے خوناب ہے جام آزادی کا
لائی ہے صبا کشمیر کے دامن سے پیغام آزادی کا
کیا خوف بلاؤں کا انکو اور کیا ہے اندھیروں کی پروا
سولی پہ لٹک کے لیتے ہیں دل والے نام آزادی کا
گلشن کو لگی گلچیں کی نظر، خرمن میں جلی ہے خاکستر
صد آہ تڑپتا ہے طائر اب زیرِ دام آزادی کا
جس قوم کا دل بیدار ہوا اس قوم کو منزل ملتی ہے
راہوں میں نجانے کتنی جگہ آتا ہے پیام آزادی کا
آشوب قیامت ہے جن کی خاطر یہ تھی بزم ہستی
وہ نام کہاں لے سکتے ہیں طیبہ کے غلام آزادی کا
کیا جانیے آبلہ پاؤں کو کس رہ سے گزرنا پڑتا ہے
پھر جا کے کہیں ہوتا ہے مقدر میں آرام آزادی کا
اک لالہ و گل کی ذات ہے کیا، شبنم کی چمن کی بات ہے کیا
پتھر بھی پگلتے ہیں سن کر بلبل سے کلام آزادی کا

Mufakkir-e-Islam Research Center Islamabad

ترکوں کی محبت اور نجدیوں کی عداوت کی بصیرت افروز داستان

صلاح الدین محمود

خاک حجاز کے نگہبان

ایک چشم کشا تحریر۔۔۔ ایک فکر انگیز تجزیہ

ترکوں نے حجاز پر اپنے دورِ حکومت کے دوران رسول پاک ﷺ کی ولادت سے لے کر آپ کے وصال تک ہر لمحے سے وابستہ ہر جسمانی روحانی، تاریخی اور جمالیاتی کیفیت کو آئندہ نسلوں کے واسطے محفوظ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ یہ کام ایک غیر شعوری سطح پر عہد نبوی سے ہی جاری تھا مگر اب کوئی دس ہزار برس گزر چکے تھے اور اب یہ ضروری تھا کہ ایک شعوری اور حتمی سطح پر عمل ہو۔

اس کام کے واسطے جنون کی حد تک رسول پاک ﷺ سے محبت اور انسانی حواس کی حدود تک نفاست اور ذہنی سچائی کی ضرورت تھی۔ یہ رحمت ترک لحن میں موجود تھی اور اسی واسطے وہ اس کام میں تقریباً مکمل کامیاب ہوئے تھے۔ ترکوں کا انسانیت پر یہ سب سے بڑا احسان تھا۔

ان کو معلوم تھا کہ خطہ زمین پر آپ کا نزول اور آپ کا پہلا قدم پڑا کہ جس ہوا کا پہلا سانس آپ کے اندر جذب ہوا اور جس نے آپ کی آواز کا گداز پہلی بار برداشت کیا کہ جس ہوا کی سبار سے پہلے پرندے کی پکار آپ تک آئی اور پھر جس خلا کے خم سے چاند اور سورج نے پہلی بار آپ کو اور آپ نے باران کو دیکھا جہاں جہاں آپ کی بینائی میں نئے ستاروں کا وقوع ہوا اور جس جس طور پر آپ کی وسیع ہوتی آنکھوں نے ان کی دوہری حرکت کو واحد کر کے اپنے لہو میں سمویا کہ یہ قد آور لمحے بکھر گئے، پیچ اور ہوا اور بینائی، صدا شنوائی کے نقش اول محض رسول اللہ ﷺ ہی کے نہیں، بلکہ آتی دنیا تک مہر بنے کہ گو کے لہو کا اول ازلی، آبائی، اور اصلی نشان ہیں، اس بات کا ان کو مکمل علم تھا، سو ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انہوں نے پنپ پا کر اس بڑے ہوتے بچے میں بنو سعد کی خصلت اور محبت سے آغاز کرنے کا ارادہ کیا مگر سب سے پہلے انہوں نے مدینہ منورہ میں اس میدان کا تعین کیا جہاں [illegible] نے سے پہلے ایک خوبرو اور کم عمر نوجوان نے اپنے [illegible] سے دور بخار کی گرمی اور بے چینی کو منانے کے واسطے ایک شام، چند لمحات کے واسطے گشت کیا اور پھر اپنی [illegible]، خوبصورت اور ہنس مکھ بیوی کو بیوہ اور ابھی ماں کے بدن میں قائم بچے کو یتیم اور بے سہارا چھوڑ کر اپنی [illegible] دل ہی میں لئے مر گیا تھا۔

پھر انہوں نے ایک پہاڑی کی کوکھ میں اس چھوٹے سے گھر کا تعین بھی کیا تھا کہ جس کی پہلی منزل شمال کی جانب قائم ایک چھوٹے سے بالکل چھوٹے کمرے میں جہاں چہار آئینوں کی اوٹ میں چہار سمتیں ملتی تھیں، ایک بچہ کہ جس کو کائنات کی امان تھی ظہور میں آیا تھا۔ پھر اس بچے کو ایک بزرگ انسان نے اپنے محنت اور سورج سے کملائے ہاتھوں سے اپنی ایک چادر میں لپیٹا تھا اور وہ پگڈنڈی طے کی تھی کہ جو اللہ کے گھر تک جاتی تھی۔ وہاں پہنچ کر اس ضعیف انسان نے چادر میں لپٹے ہوئے نوزائیدہ بچے کو ہاتھوں میں رکھ کر کائنات کی جانب بلند کیا تھا اور دعا کی تھی کہ اے خالق کائنات اس بچے پر رحم فرما اس واسطے کہ یہ بے آسرا اور یتیم ہے۔ ترکوں نے اس شمالی کمرے، اس آبائی پگڈنڈی اور اس دعا کے مقام کا بھی نہایت ہی کاوش سے تعین کر کے نشان چھوڑا تھا۔ پھر انہوں نے پیلی رنگوں کے سیاہ پہاڑوں اور اکثر اوقات خاموش ریگستان کے سنگم پر قائم اس جگہ کو بھی دریافت کر کے محفوظ کیا تھا کہ جہاں اس دعا کے کوئی چھ برس بعد اپنے جواں مرگ خاوند کی قبر سے واپسی پر اپنے چھ برس کے حیران بچے کی انگلی پکڑے پکڑے جب اس کم سن خاتون نے ایک رات کے واسطے پڑاؤ کیا تھا تو وفات پائی تھی۔

اگلے روز حیران آنکھوں والے اس چھ برس کے بچے نے اپنی ماں کا چہرہ دیکھا جس سے اب آہستہ آہستہ وہ مانوس ہو رہا تھا، آخری بار دیکھا تھا اور پھر اپنی ماں کو اپنے کچے کچے ہاتھوں سے انجان خاک میں اتار کر قافلے کے ساتھ اپنے مقدر کی جانب چل پڑا تھا۔ ترکوں نے اپنی مثالی درستگی، صفائی اور خوش اسلوبی سے ایک کتبہ یہاں بھی چھوڑ دیا تھا کہ آنے والوں کو آگاہی ہو کہ معصوم دلوں کی اکیل ہی ہے کہ جوان کو وحدت کا ہمراز بناتی ہے۔

ان کا اگلا قدم اس راستے کا تعین کرنا تھا کہ جس پر اس واقعے کے تین برس بعد یہ بچہ ایک ضعیف [illegible] کے ساتھ چارپائی کا پایا پکڑ کر سب کے سامنے بلک بلک کر روتا ہوا چلا تھا۔ اس کو شاید احساس تھا کہ آج کے بعد اس کی اکیل کائناتی وحدت کی اکیل ہے اور آج کے بعد شاید وہ کبھی کھل کر رو بھی نہ سکے گا۔۔۔۔ غرض یہ کہ ترکوں نے رسول پاک ﷺ کی ولادت سے لے کر آپ کے وصال تک کے واقعات کو آنے والی نسلوں کے تاریخی، جمالیاتی اور ایمانی شعور کے واسطے درستگی اور سادگی کے ساتھ محفوظ کرنے کا جو بیڑا اٹھایا تھا، اس میں

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

وہ ایک بڑی حد تک کامیاب ہوئے، آپ کے بچپن سے جوانی تک کی سمتوں کا تعین کرنے کے بعد انہوں نے غارِ حرا کی چوٹی سے آسمانوں کو دیکھا اور پھر اس اونچے پہاڑ کی نشیبی وادی میں قائم شہر کے ایک گھر کے اس چھوٹے سے کمرے کا تعین کیا کہ جہاں حیرت پرے سے اپنے نام کی پکار سننے کے بعد واپس آ کر رسول پاک ﷺ نے آرام فرمایا تھا اور جہاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ پر اپنے مکمل اعتماد سے آپ کو اس حد تک حوصلہ دیا تھا کہ جب فتح مکہ کے بعد آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کہاں قیام کریں گے تو آپ نے خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے ساتھ آپ کا خیمہ نصب کیا جائے۔ بعض لوگوں کے استفسار پر کہ آخر ایک قبر کے کنارے ایک قبرستان میں کیوں؟ آپ نے فرمایا تھا:

''جب میں غریب تھا، تو اس نے مجھے کو مالا مال کیا جب انہوں نے مجھ کو جھوٹا ٹھہرایا، تو صرف اس ہی نے مجھ پر اعتماد کیا اور جب سارا جہان میرے خلاف تھا، تو صرف اس اکیلی ہی کی وفا میرے ساتھ تھی''۔

ترکوں کے ماہرین نے پہلے اس گھر کا پھر اس گھر میں اس کمرے کا تعین کیا کہ جہاں مکمل اعتماد کا یہ بنیادی لمحہ گذرا تھا۔ یہاں یہ بیان کرنا شاید دلچسپی سے خالی نہ ہو کہ اس کمرے کے بارے میں کہ جہاں آپ کا ظہور ہوا تھا، عثمانی حکومت کی جانب سے جو جاری احکامات تھے وہ کیا تھے؟ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر والے کمرے کے بارے میں جاری حکم تھا کہ ہر بار رمضان کا چاند دیکھتے ہی اس میں سفیدی کی جائے اور پھر فجر کی اذان تک خواتین باآواز بلند قرآن کی تلاوت کریں، جبکہ حضرت عبدالمطلب کے گھر میں واقع اس شمالی کمرے کے بارے میں احکامات یہ تھے کہ پہلی ربیع الاول کو کمرے کے اندر سفید رنگ کیا جائے۔ رنگ ساز حافظ قرآن ہوں اور پھر ربیع الاول کی اس رات کہ جب آپ کا ظہور ہوا۔ معصوم بچے اس کمرے کے اندر آئیں اور قرآن کی تلاوت کریں۔ اگلی صبح پرندے آزاد کرنے کا حکم اور رواج تھا۔

سو جہاں انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان اور مقبرے کا تعین کیا، وہاں انہوں نے بنو ارقم کی بیٹھک کو محفوظ، ورقہ بن نوفل کی دہلیز کو پختہ اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے آنگن کی نشاندہی بھی کروائی۔ اس کے ساتھ انہوں نے مکے اور مدینے میں قائم ان ازالی قبرستانوں کو کہ جن میں خانوادہ رسول کے بیشتر افراد اصحاب کرام اور ان کے خاندان اور چیدہ ترین بزرگان دین قیامت کے منتظر سوتے تھے، صاف ستھرا اور پاک کروایا اور پھر نہایت ہی سلیقے سے قبروں کی نشاندہی کر کے مکمل نقشے مرتب کروائے۔

ان تمام کارروائیوں میں ترکوں کا طریقہ کار بہت موثر اور یکتا ہوتا تھا۔ مثال کے طور پر جب ترک حجاز پہنچے، تو مسجد بلال جو کہ خانہ کعبہ کے سامنے ایک پہاڑ پر واقع ہے، صدیوں کی غفلت کی وجہ سے تقریباً مٹی اور پتھر کا ڈھیر ہو چکی تھی۔ اس چھوٹی سی مسجد کو اس کے اصلی خطوط پر دوبارہ تعمیر کرنے کے واسطے جو طریقہ اختیار کیا گیا وہ یہ تھا، پہلے تمام مٹی کو الگ کر لیا گیا اور پھر تمام چونے کو اور اس کے بعد تمام اصلی پتھروں کو اس کے بعد مٹی اور چونے کو پیس کر اور نہایت ہی باریک چھلنیوں سے چھان کر الگ الگ تیار کر لیا گیا۔ بجھے ہوئے چونے کا کیمیائی تجزیہ کر کے اس کے اجزاء معلوم کیے گئے پھر ان اجزاء کے اصلی اور پرانے ماخذ دریافت کرنے کے بعد ایک ہی ماخذ کے نئے اور پرانے چونے کو ملا کر اور مزید طاقتور بنا کر چنائی کے واسطے استعمال کیا گیا۔ پتھر بھی اپنی تراش، کیفیت اور ساخت کو مد نظر رکھتے ہوئے تقریباً اسی طرح اور اسی جگہ نصب ہوئے کہ جہاں پہلی مرتبہ عہد نبوی کے فوراً بعد نصب ہوئے تھے۔

اس طرح؛ ہی مٹی، وہی گارا اور وہی چونا اور وہی پتھر بالکل اسی طرح استعمال ہوا جیسا کہ صدیوں پہلے مسجد کی تعمیر اول میں استعمال ہوا تھا۔ مسجد نئی بھی ہو گئی اور اپنے اصلی اور اول خطوط پر قائم بھی رہی۔ یہ ترکوں کے طریقہ کار کی محض ایک اور قدرے معمولی مثال ہے۔

جب ۵۳ برس مکے میں بیت گئے اور زمین کی گردش اس شہر کو ایک بار پھر وہیں لے آئی کہ جہاں وہ ۵۳ گردشوں پہلے تھا، تو نئے ستاروں کا وقوع ہوا تھا اور رسول پاک ﷺ نے مدینے کا رخ کیا تھا۔ سو ترک بھی اس آبائی راستے پر چل نکلے تھے۔ غار ثور کو انہوں نے کچھ نہ کہا اور یہی مناسب سمجھا کہ نہ تو اس کے جالے صاف کریں اور نہ ہی کبوتروں کے صدیوں پرانے گھونسلوں کے جھاڑ جھنکاڑ کو کاٹیں یا ہٹائیں۔ غار ثور کو انہوں نے مکڑیوں اور کبوتروں کے سپرد ہی رہنے دیا کہ اب جائز طور پر وہی اس گوشے کے مالک اور حقدار تھے۔ غار حرا تک کی نہایت ہی مشکل چڑھائی کو بھی انہوں نے آسان بنانے کی کوشش نہ کی تاکہ چڑھنے والوں کو چوٹی تک پہنچنے کے جتن کا احساس برابر ہوتا رہے۔ ہاں اتنا ضرور کیا کہ دو تہائی چڑھائی پر ایک نہایت سادہ سی ناند بنا دی تاکہ بارش کا پانی کبھی کبھی جمع ہو سکے اور بچے، بوڑھے اور عورتیں اگر چاہیں، تو چڑھائی کے دوران پیاس بجھا سکیں۔

اس کے بعد انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے لے کر مدینے کے اطراف میں قائم بنو نجار کی کچی بستی تک ہجرت کے راستے کا تعین کر کے نقشہ مرتب کیا۔ ترک جب حجاز پہنچے تو بنو نجار تتر بتر ہو چکے تھے۔ پھر بھی ترکوں نے بچے کھچے لوگوں کو تلاش کیا۔ اور سینہ بہ سینہ محفوظ، ان کے لوک گیتوں کو پہلی بار قلم بند کر کے باقاعدہ محفوظ کیا۔ مسجد قبا کو نہایت ہی ہنر سے بحال کرنے کے بعد وہ کچھ دیر اس کنوئیں کی منڈیر پر بھی

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

سنانے کو بیٹھے کہ جہاں ہجرت کے بعد پہلی نماز ادا کرکے رسول پاک ﷺ نے قیام فرمایا تھا اور جس کے، آپ کو دیکھ کر آپ سے آپ اونچے ہوتے پانی میں آپ نے اپنے چہرے کا شفاف عکس دیکھ کر، پہلے ایک لمحہ توقف، اور پھر مسرت کا اظہار فرمایا تھا۔

اس کنوئیں سے اب راستہ مدینے کو جاتا تھا۔ مدینے کے اس میدان تک جاتا تھا کہ جہاں آپ کی آمد سے کوئی ۵۳ برس پہلے، ایک شام، مرنے سے پہلے ایک خوبرو اور کم عمر نوجوان نے اپنے گھر سے دور اپنے بخار کی گرمی اور بے چینی کو مٹانے کے لیے چند لمحات کے واسطے گشت کیا تھا۔ اور پھر اپنی کم سن، خوبصورت اور ہنس مکھ بیوی کو اور ابھی ماں کے بدن ہی میں قائم بچے کو یتیم اور بے سہارا چھوڑ کے اپنی تمنائیں اپنے دل ہی میں لیے مر گیا تھا۔

ایک بار پھر وہی میدان تھا۔ مسجد نبوی کو اب یہاں تعمیر ہونا تھا۔

مسجد نبوی کی تعمیر بھی ایمان، ہنرمندی، پاکیزگی اور نفاست کی ایک عجیب اور انوکھی داستان ہے۔ یہ ایک کائناتی اور انسانی حدود سے ماورا طاقتوں کے بس کا عمل تھا اور وہ محض انسان تھے۔ مگر جب انسان سچی محبت کرتا ہے تو وہ اپنے آپ سے باہر قدم دھرنے کی ہمت بھی پا جاتا ہے۔ سو اپنی محبت کی سچائی کے سہارے انہوں نے یہ کام شروع کرنے کا ارادہ کیا۔ ترکوں نے اپنی وسیع سلطنت اور پھر پورے عالم اسلام میں اپنے ارادے کا اعلان کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں یہ اعلان بھی کیا کہ اس حتمی کام کے واسطے ان کو عمارت سازی اور اس سے متعلقہ علوم اور فنون کے ماہرین درکار ہیں۔ یہ سننا تھا کہ ہندوستان، افغانستان، چین، وسطی ایشیا، ایران، عراق، شام، مصر، یونان، شمالی اور وسطی افریقہ کے اسلامی خطوں اور نہ جانے عالم اسلام کے کس کس کونے اور کس کس چپے سے نقشہ نویس، معمار، سنگ تراش، بنیادیں زمین کی زندہ رگوں تک اتارنے کے ماہر، چھتوں اور سائبانوں کو ہوا میں معلق کرنے کے ہنرمند، خطاط، پچہ کار، شیشہ گر اور شیشہ ساز، کیمیا گر، رنگ ساز اور رنگ شناس، ماہرین فلکیات، ہواؤں کے رخ پر عمارتوں کی دھار کو بٹھانے کے ہنرمند اور نہ جانے کن کن عیاں اور کیسے کیسے پوشیدہ علوم کے ماہرین، اساتذہ، پیشہ ور اور ہنرمندوں نے دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں اپنے اہل وعیال کو سمیٹا اور اس ازلی بلاوے پر قسطنطنیہ کی جانب روانہ ہوگئے۔ کہیں بے حد دور، ایک چٹیل ریگستان میں جنت کی کیاری کے کنارے، ان کے رسول کے قیام گاہ پر تعمیر ہونی تھی اور وہ اور ان کے ہنر اب ہر طرح اس کام کے واسطے وقف تھے۔

ترکوں کو اس والہانہ کیفیت کی ایک حد تک امید تھی، مگر پھر بھی کہا جاتا تھا کہ اس اجتماعی بے اختیاری اور مکمل اطاعت پر ان تک کو تعجب ضرور ہوا تھا۔ بہرکیف ان کی تیاریاں بھی مکمل تھیں۔ عثمانی حکومت کی تقریباً ہر شاخ، اعلان سے پہلے ہی حرکت میں آ چکی تھی اور حکومت کے اہل کار اپنی حدود میں اور سفیر دوسرے اسلامی ممالک میں اس انداز اور ارادے کے تمام لوگوں کی اعانت کے واسطے تیار تھے۔ ان اہل کاروں اور سفیروں کو یہ احکامات تھے کہ وہ ان تمام ماہرین اور ان کے ہمراہ ان کے اہل وعیال کو، اگر وہ چاہیں، تو قسطنطنیہ تک کے راستے میں ہر طرح کی سہولت فراہم کریں۔ ادھر سلطان وقت کے حکم سے قسطنطنیہ سے چند فرسنگ باہر میدانوں میں ایک خود کفیل اور کشادہ بستی تیار ہو چکی تھی۔ سو پھر جب ان یکتائے روزگار لوگوں کے قافلے پہنچنے شروع ہوئے، تو ان کو ان کے روزگار کے اعتبار سے اس نئی بستی کے الگ الگ محلوں میں بسایا جانے لگا اور حکومت مکمل طور پر ان کی کفیل ہوئی۔

اس عمل میں کوئی پندرہ برس گزر گئے، مگر اب یہ یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ اس بستی میں اپنے وقتوں کے عظیم ترین فنکار جمع ہو چکے ہیں۔

اب خود سلطان وقت اس نئی بستی میں گیا اور اس نے خاندانی سربراہوں کا اجلاس طلب کرکے منصوبے کا اگلا حصہ ان کے سامنے رکھا۔ منصوبے کا اگلا حصہ اس طرح تھا۔ ہر ہنرمند اپنے سب سے ہونہار بچے یا بچوں (اولاد نہ ہونے کی صورت میں ہونہار ترین شاگرد) کا انتخاب کرے اور اس بچے کے جوان ہو کر پختہ عمر تک پہنچنے تک اس کے بدن اور لحن میں اپنا مکمل فن منتقل کر دے۔ ادھر حکومت کا ذمہ تھا کہ وہ اس دوران اس انداز سے کے اتالیق مقرر کرے کہ وہ ہر بچے کو پہلے قرآن کریم پڑھائیں اور پھر قرآن حفظ کروائیں۔ ساتھ ساتھ بچہ شہسواری بھی سیکھے۔ اس تمام تعلیم، تربیت اور تیاری کے واسطے پچیس برس کا عرصہ مقرر کیا گیا۔

اس منصوبے پر ہر ایک نے لبیک کہا اور صبر، محنت، محبت اور حیرت کا بالکل انوکھا عمل شروع ہوا۔

چنانچہ پچیس برس بیت گئے اور ان انوکھے ہنرمندوں کی ایک نئی اور خالص نسل نشوونما پا کر تیار ہو گئی۔ یہ تیس برس عمر کے مخصوص اور نیک اطوار نوجوانوں کی ایک ایسی جماعت تھی کہ جو محض اپنے آبائی اور خاندانی فنون ہی میں یکتا اور عنقا نہیں تھے، بلکہ اس جماعت کا ہر فرد حافظ قرآن اور فعال مسلمان ہونے کے علاوہ ایک صحت مند نوجوان اور اچھا شہسوار بھی تھا۔ بچپن کے لمحہ اول سے ان کو علم تھا کہ یہ وہ چیدہ لوگ ہیں جن جو ایک روز کہیں بے حد دور، ایک چٹیل ریگستان میں، جنت کی کیاری کے کنارے اپنے رسول کی قیام گاہ کے گرد ایک ایسی کائناتی عمارت تعمیر کرنی ہے کہ جو آسمان کی جانب اس زمین کا واحد نشان ہو۔

ترکوں کے اعلان اول سے لے کر اب تک کوئی تیس برس سے زیادہ بیت چکے تھے، اور مسجد نبوی کے معمار، جن کی تعداد کوئی پانچ سو کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے، تیار تھے ایک طرف تو ہنر

Mulk-e-Islam Research Center Islamabad

مندوں کی یہ جماعت تیار ہو رہی تھی اور دوسری طرف ترک حکومت کے اہل کار عمارت کے واسطے ساز و سامان اکٹھا کرنے میں ایک خاص قرینے کے ساتھ مصروف تھے۔ حکومت کے شعبہ کان کنی کے ماہرین نے خالص اور عمدہ رگ و ریشے کے پتھر کی بالکل نئی کانیں دریافت کیں کہ جن سے صرف ایک بار پتھر حاصل کر کے ان کو ہمیشہ کے واسطے بند کر دیا گیا۔ ان کانوں کی جائے وقوع کو اس حد تک صیغہ راز میں رکھا گیا کہ آج تک کسی کو علم نہیں ہے کہ

> **سو ہر ایسا کام کہ جس میں ذرا بھی شور کا امکان تھا، مدینے سے چار فرسنگ کے فاصلے پر ہوا اور پھر ہر چیز کو ضرورت کے مطابق مدینے لے آیا گیا۔**

مسجد نبوی میں استعمال ہونے والے پتھر کہاں سے آئے تھے۔ بالکل نئے اور ان چھوئے جنگل دریافت کیے گئے اور ان کو کاٹ کر ان کی لکڑی کو بیس برس تک حجاز کی آب و ہوا میں آسمان تلے موسایا گیا۔ رنگ سازوں نے عالم اسلام میں اگنے والے درختوں اور خاکی و آبی پودوں سے طرح طرح کے رنگ حاصل کیے اور شیشہ بنانے کے واسطے حجاز ہی کی ریت استعمال کی۔ پچہ کاری کے قلم ایران سے بن کر آئے، جب کہ خطاطی کے واسطے نیزے دریائے جمنا اور دریائے نیل کے پانیوں کے کنارے اگائے گئے، غرض یہ کہ جب تک ان ہنر مندوں کی جماعت تیار ہوئی، ان ہی کے بزرگوں کی خاص طور پر تیار کردہ ٹولیوں نے عمارتی سامان بھی فراہم کر لیا۔ یہ سارا عمارتی سامان بمع ہنر مندوں کی جماعت کے، نہایت ہی احتیاط سے پہلے خشکی، پھر سمندر اور پھر خشکی کے راستے حجاز کی سرزمین تک پہنچا دیا گیا کہ جہاں مدینے سے چار فرسنگ دور ایک نئی بستی اس

تمام سامان کو رکھنے اور ہنر مندوں کے تعمیر کے دوران رہنے سہنے کے واسطے پہلے تیار ہو چکی تھی۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر تعمیر مدینے میں ہونی تھی، تو پھر ساز و سامان مدینے ہی میں رکھا جاتا۔ آخر یہ چار فرسنگ (بارہ میل) دور کیوں؟ اس کی وجہ ترک یہ بتاتے ہیں کہ آخر ایک بہت بڑی عمارت تیار ہوئی تھی کہ جس کے واسطے مختلف جسامت کے ہزاروں پتھر کاٹے جانے تھے، بڑے بڑے مچان ٹھوک ٹھاک کر تیار ہونے تھے، اس کے علاوہ بھی

بہت سے ایسے ضروری عمارتی عمل ہونے تھے کہ جن میں شور کا بیحد امکان تھا، جب کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ عمارت کی تعمیر کے دوران مدینے میں ذرہ برابر بھی کوئی شور نہ ہو، اور جس فضا نے ہمارے رسول کی آنکھیں دیکھیں اور آواز سنی ہوئی تھی، وہ اپنی اسی سکون اور وقار قائم رکھے۔ سو ہر ایسا کام کہ جس میں ذرا بھی شور کا امکان تھا، مدینے سے چار فرسنگ کے فاصلے پر ہوا اور پھر ہر چیز کو ضرورت کے مطابق مدینے لے آیا گیا۔

ایک ایک پتھر پہلے وہیں کاٹا گیا اور پھر مدینے لا کر نصب کیا گیا۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ چنائی کے دوران کسی پتھر کی کنائی ذرا زیادہ ثابت ہوئی یا کوئی مچان یا جنگلا چھوٹا یا بڑا پڑا، تو اس کو عجلت میں ٹھوک بجا کر وہیں رسول کے سرہانے ٹھیک نہ کیا گیا، بلکہ چار فرسنگ دور کی بستی لے جا کر اور درست کر کے دوبارہ مدینے لایا گیا، یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ اس دور میں ذرائع مواصلات کیا تھے۔

بھاری بوجھ نہایت سست رفتاری اور صبر سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جاتا تھا اور انسانی نقل و سل کے واسطے سب سے تیز رفتار سواری گھوڑے کے علاوہ کوئی اور نہ تھی۔

سو جب کہ سارا عمارتی سامان اپنی خام شکل میں مدینے کے مضافات والی بستی میں پہنچ گیا اور پھر پانچ سو کے لگ بھگ ہنر مندوں کی جماعت نے بھی اسی بستی میں آن کر سکونت پائی، تو سب کچھ اس جماعت کے سپرد کر دیا گیا۔ اپنے فنون کے استعمال اور اپنے تخلیقی عمل میں یہ فنکار و ہنر مند بالکل آزاد تھے۔ صرف دو احکامات ان کو دیئے گئے۔ اول یہ کہ تعمیر کے لمحہ اول سے لے کر لمحہ تکمیل تک اس جماعت کا ہر ہنر مند اپنے کام کے دوران باوضو رہے، اور دوم یہ کہ اس دوران وہ ہر لمحہ تلاوت قرآن جاری رکھے۔

سو باوضو حافظ قرآن ہنر مندوں کی یہ جماعت پورے پندرہ برس تک مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف رہی اور پھر ایک صبح آئی کہ مسجد نبوی کی خلائی نشان کی چوٹی سے فجر کی اذان نے زمین سے نہایت ہی عجز سے اور ایمان سے اگی اس عمارت کے مکمل ہونے کا اعلان کر دیا۔ اب خلا محفوظ بھی تھا اور آزاد بھی۔

یہ عمارت کیسی ہے، کیا ہے، کہاں ہے اور کہاں لے جاتی ہے؟ اس بارے میں تو الگ کتاب لکھوں گا۔ یہاں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ عمارت اس جہان میں ہوتے ہوئے۔ اس جہان میں نہیں ہے۔ ہے، اپنے آپ میں قائم رہ کر، دیکھو تو یہ عمارت کہیں اور ہے۔ اپنے آپ سے باہر قدم دھر کر دیکھو تو یہ کہیں اور، اور ہم کچھ اور ہیں۔ پتھر خلا ہو، آواز لحن بنیت، ایمان اور نور نے مل کر صبر کی ایک نئی بنت کی ہے متوازی اوقات اگر رنگ برنگ کے دھاگے ہیں تو ان میں بنت میں بے رنگ کا دھاگہ اس عمارت کا نور ہے۔ جو کہ اس بنت کو محض معنی

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

نہیں دیتا، بلکہ اوقات کا ایک دوسرے سے ایک جائزہ اور مخفی رابطہ بن کر اوقات کو ایک مرکز بھی فراہم بھی کرتا ہے اور اوقات کے اس مرکز سے ہم کو اپنے رسول کی آوازیں آتی ہے۔ کہ جیسے خلا محفوظ بھی ہو، اور آزاد بھی، کہ جیسے آواز پرندہ بھی اور لہو بھی اندھیرے میدانوں میں نور کا شجر اُگے تو کبھی نور کی وادیوں مین اندھرا خود ایک شجر ہو کہ جیسے نور محض نور ہی نہ ہو بلکہ نور کا ایک منبع بھی ہو سو جب ریاض الجنۃ میں اس خلا کے خم پر اپنے رسول کے سرھانے بیٹھو تو کشف ہوتا ہے کہ آخر محبت کے کیا معنی ہیں اور نیت کی کیا حدود۔ اور پھر وہ بے نام ہنرمند یاد آتے ہیں کہ جن کو اپنے ہنر سے اس واسطے محبت تھی کہ وہ ان کے رسول کے واسطے تھا۔ جنہوں نے اس چٹیل میدان مین اس جنت کی کیاری کے کنارے اپنے رسول کی قیام گاہ کی حیا، سکون اور حیرت کو قائم رکھتے ہوئے اس عمارت کو اس خلا خم پر تعمیر کیا تھا کہ آج اس عمارت میں ان کا ہنر ہی نہیں بلکہ ان کے ہنر کا غیب بھی محفوظ ہے اور پھر ترکوں کے واسطے دعا ہمارے پور پور سے بلند ہوتی ہے۔

(۲)

پھر کئی صدیاں بیت گئیں۔

اندرونی سازشوں اور بیرونی نیتوں کے دباؤ کے تحت پرانی حکومتیں کمزور اور نئی حکومتیں طاقتو ظہور میں آتی رہیں پھر جب بیسویں صدی کا آغاز ہوا تو پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی۔ اس جنگ میں عثمانی حکومت نے انگریز فرانسیسی اور اطالوی طاقتوں کیخلاف جرمن قوم کا ساتھ دیا۔ ۱۹۱۸ء میں ترک جرمن محاز کو شکست ہوئی اور فتح پانے والوں نے جہاں جرمنی کے ٹکڑے کر کے شکست کے ساتھ ساتھ۔ اس کے اجتماعی وقار کو خاک میں ملایا، وہاں ترکمانی ناموس بھی خون کے ساتھ ساتھ بہہ کر خاک میں شامل ہو گیا اور عثمانی حکومت کی کشادہ حدود بھی فاتح ٹولے کے تصرف میں آگئیں۔ اپنی نو آبادیاتی خو ہشات کو آگے بڑھانے کیلئے اس فاتح ٹولے نے عثمانی سلطنت کے خطوں پر حکومت کرنے کے دو طریقے رائج کیے۔ پہلا طریقہ براہ راست حکومت تھا، اور یہاں براہ راست حکومت ممکن نہ تھی، وہاں ایک خاص منصوبے کے تحت ایسے قبیلوں، سیاسی جماعتوں یا افراد کو سہارا یا طاقت دینا طے پایا تھا جن کی وساطت سے محض دائرہ اثر ہی کو قائم نہ رکھا جا سکے، بلکہ ہو سکے اور ملت اسلامیہ میں مزید انتشار اور کشیدگی بھی پھیلائی جا سکے۔

ترکوں کی جنگ عظیم میں شکست کے بعد جزیرہ نمائے عرب میں جن علاقائی افراتفری کا فائدہ اٹھا کر کھلم کھلا ہاتھ پاؤں کھولنے شروع کر دیئے تھے، ان میں صوبہ نجد کے ایک پیشہ ور باغیوں کا سعود نامی قبیلہ بھی شامل تھا جنگ عظیم کے دوران ہی یہ لوگ ایک خفیہ معائدے کے تحت انگریزوں سے مل چکے تھے۔ اس معائدے کی رو سے انگریز یہ چاہتا تھا کہ جنگ عظیم کے دوران یہ قبیلہ اپنی بغاوتوں، حملوں جنگوں اور چھاپوں وغیرہ سے ترکوں کو اتنا تنگ کر اور بر سر پیکار رکھے کہ مشرق وسطی میں انگریز حملہ آوروں کی طرف پوری طرح دھیان نہ دے سکیں۔ اس کے عوض انگریز نے عہد کیا تھا کہ اگر وہ جنگ جیت گیا تو وہ پہلے اور پھر جزیرہ نمائے عرب پر اس نجدی قبیلے کا تسلط قائم کرنے مین ان کی مدد کرے گا۔ مگر یہ انگریز کا عہد تھا جو کہ کم از کم دو طرفہ ضرور ہوتا ہے سو یہی عہد انہوں نے حجاز کے حسنی قبیلے سے کیا ہوا تھا۔ بس جو چیز دونوں عہد ناموں میں مشترک تھی وہ ترکوں کی شکست اور جزیرہ نمائے عرب سے انخلاء۔

بہر کیف ترکوں کی ہار کے بعد ان فاتح طاقتوروں (اور بعد میں امریکہ کے) ایماء اور امداد پر سعودیوں نے اپنے علاقائی حریفوں کو آخر کار شکست دے کر ۱۹۲۱ء میں صوبہ نجد پر اپنی عملداری اور بادشاہت کا اعلان کر دیا عالمی جنگ کے اختتام پر ہی ترکوں نے حجاز کا نظام حجاز کے سربراہ قبیلہ کے سردار کے سپرد کر کے اپنی فوجیں حجاز سے واپس بلا لی تھی۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ جنگ سے شکست کے بعد وہ حجاز میں اپنی حکومت صرف فوجی طاقت کے ذریعے قائم رکھ سکتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کسی حملے کی صورت میں خاک حجاز پر لہو بہانا لازم ہو جائے گا اور خدانخواستہ مکے اور مدینے میں گولی چلانا لازمی ہو جائے گی۔ یہ کیفیت ترک لحن اور خصلت کے بالکل برعکس تھی سو کچھ سوچ بچار کے بعد حجاز کے گورنر ترک کا حکم ہوا تھا اور ترکوں نے خانہ کعبہ کے گرد آخری طواف کر کے مسجد نبوی کی دہلیز کو آخری بار چوما تھا اور خاک حجاز سے ہمیشہ کے واسطے چلے گئے تھے۔

اب اہل نجد اور اہل حجاز دونوں جزیرہ نمائے عرب کی بادشاہت کے خواہاں تھے اور دونوں کو انگریز کی حمایت حاصل تھی۔

اس سیاسی خلا کو سعودیوں نے پر کیا اور ۱۹۲۴ء میں مکے پر اور ۱۹۲۵ء میں مدینے اور جدے پر قبضہ جمانے کے بعد اس نجدی قبیلے سردار نے ۱۹۲۶ء میں نجد و حجاز بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ یہاں سے حجاز پر سعودیوں کے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ دور ابھی تک جاری ہے آخر یہ سعودی کون ہیں؟

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے جزیرہ نمائے عرب کے ایک مشرقی صوبے نجد سے ان کا تعلق ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ رسول پاک ﷺ کے وقتوں میں جس قبیلے نے سب سے آخر میں اسلام قبول کیا تھا اور پھر آپ کے وصال کے فوراً بعد ہی جو قبیلہ اسلام سے منحرف ہو گیا تھا، وہ یہی سعودیوں کا قبیلہ تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کی سرکوبی کیلئے حضرت خالد بن ولید کو ایک لشکر کے ساتھ نجد روانہ کیا تھا اور ایک جنگ میں مکمل شکست پانے کے بعد ان میں سے کچھ پھر سے اسلام لے آئے تھے۔ اس موقع پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس علاقہ

Mufakkir-e-Islam Research Center Islamabad

میں ایک مسجد بھی تعمیر کی تھی۔اس مسجد کے آثار ایک کھنڈر کی صورت میں ابھی تک قائم ہیں۔

نسبیات کے جدید ماہرین کا کہنا ہے کہ مسیلمہ بن کذاب کا تعلق بھی اسی قبیلے یا اس قبیلے کی مرکزی شاخ سے ہے۔ہوسکتا ہے کہ یہ ہیبت ناک بات غلط ہو مگر حجاز میں اقتدار سنبھالتے ہی جو بدسلوکی رسول پاک ﷺ کی ذات سے وابستہ تاریخی، جمالیاتی، روحانی، جسمانی اور معاشرتی نشانات، کے ساتھ کی ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ علم نسبیات کے ماہرین کا یہ کہنا غلط نہیں ہے۔

پھر اٹھارویں صدی کے اوائل میں ایک شخص محمد بن عبدالوہاب نے انہی میں سر اٹھایا۔ان کی بلا سوچے سمجھے کاٹنے والی تلوار کو اس کی تقریر کی سہار ملی۔اس کی تقریر کو کہ جس پر بیمار دماغ کی بڑ سمجھ کر کوئی کان نہ دھرتا تھا ان کی تلوار اور شاطرانہ خصلت کی سہار سے طاقت حاصل ہوئی ۔حتیٰ کہ اٹھارویں صدی کے وسط تک محمد ابن عبدالوہاب اور اس کے سعودی سرپرست کی اتنی ہمت ہوئی کہ ان دونوں نے مل کر عالم اسلام کے بادشاہ اور فرمارواکو خطوط بھیجے۔اب خطوط میں اور باتوں کے بعد ٹیپ کے بند کے طور پر مندجہ ذیل عبارت درج تھی

''اللہ ایک ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں مگر محمد کی تعریف کرنا یا ان کی تعظیم کرنا کوئی ضروری نہیں ہے''۔

آج تک سعودی لہو کی خصلت یہی ہے۔

سو حجاز پر قبضہ جمانے کے فوراً بعد ہی جو سب سے پہلا کام سعودیوں نے کیا تھا وہ حجاز کے کے طول وعرض سے رسول پاک ﷺ کے نام کو محو کرنے کا تھا۔مسجد نبوی خانہ کعبہ کی مسجد اور اس کے علاوہ جہاں جہاں اور جس جس عمارت اور مسجد پر محمد ﷺ کا نام نہایت ہی فن اور محبت سے جائز کندہ تھا ۔اس کو نہایت ہی بھونڈے پن سے مٹا دیا گیا ایمان محبت ،فن خطاطی اور دیگر فنون لطیفہ کے ان نادر نمونوں پر کہیں تار کول پھیر دیا گیا اور کہیں ان پر پلستر تھوپ دیا گیا اکثر اوقات لوہے کی چھینی اور ہتھوڑے کا استعمال بھی کیا گیا۔اس بے مثال گستاخی اور رذالیت کے نشانات آج تک حجاز کے طول وعرض میں اور خاص طور پر خانہ کعبہ کی پرانی مسجد اور مسجد نبوی کی پرانی دیواروں پر دیکھے جاسکتے ہیں رسول پاک ﷺ کا نام مٹانے کے بعد سعودیوں نے ایک باقاعدہ نظام کے تحت حیات طیبہ سے منسلک تقریباً ہر تاریخی، جمالیاتی ، روحانی ،جسمانی اور معاشرتی نشانکو اپنی ذہنی قلت اور قلیل تر عقیدے کا ہدف بنایا۔

جنت الاولیٰ اور جنت البقیہ کے قبرستان کہ جن کی بھربھری خاک میں حضرت عبدالمطلب ، ابو طالب، ورقہ بن نوفل ،حضرت خدیجہ الکبریٰؓ ، حضرت عباسؓ ،حضرت حلیمہ سعدیہؓ، امہات المومنین آپ کی صاحبزادیاں، آپ کے صاحزادگان اور خانوادہ رسول ﷺ کے دیگر افراد، اصحاب کرام اوران کے پورے پورے خاندان، مشائخ وصوفیائے کرام ، نامورانِ اسلام اور دونوں جہانوں کی چہار سمتوں محبت اور ایمان کی خاطر آئے ہوئے تھے ان گنت گمنام مسلمان سکون اور شائستگی سے سوتے تھے لوہے کی مشینی ہل چلا کر کھود ڈالے گئے اور پھر پٹیلا پھروا کر برابر کر دیئے گئے۔بعد میں جنت البقیہ کے سامنے سڑک کے پار قائم شہدائے کرام کے مزار سڑک کو چوڑا کرنے کی نظر ہوئے اور حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب کے مزار اور تابوت کو ایک بازار کی توسیع کے دوران راتوں رات غائب کر دیا گیا نہ ابو طالب کا محلہ رہا، نہ ورقہ بن نوفل کی دہلیز، نہ ام ہانی کا آنگن رہا اور نہ بنو ارقم کی بیٹھک کی کوئی چیز اس ٹیلے پر جہاں ابو طالب کا محلہ تھا ایک بدصورتی کی حد تک جدید،متعدد منزلوں کی عمارت کھڑی ہے۔ ورقہ بن نوفل کا مکان ایک کپڑے کے بازار کی لپیٹ میں آچکا ہے۔دار ارقم کی جگہ کرائے کی موٹر گاڑیوں کا اڈا ہے اور ام ہانی کا گھر کہ جس کے آنگن میں دو وقت مل کر ایک ہوئے تھے،تو وہ مسجد حرم کی ''توسیع'' کے دوران مٹ کر بے نشان ہو چکا ہے۔

جب حضرت عبداللہ کی قبر ہی نہ رہی تو اس تک راستہ بھی نہ رہا کہ جس پر نو برس کا ایک بچہ آخری بار کھیل کر رویا تھا اور نہ ہی وہ پگڈنڈی رہی کہ جس پر ایک ضعیف انسان اپنی چادر میں ایک نوزائیدہ بچے کو لپیٹ میں لے کر چلا تھا ہاں اس بے وضع عمارت کے سائے میں کہ جو ابو طالب کے محلے کو کھود کر بنائی گئی ہے ایک گھر اور اس کا شمالی کمرہ کہ جس کے چہار آئینوں کی اوٹ میں کبھی چہار سمتیں ملی تھیں۔ابھی تک بمشکل موجود ہے۔مگر اس کمرے میں عرصے سے سفیدی نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی تیسرے چاند کے بارہویں دن معصوم بچے تلاوت کرنے اس گھر داخل ہوتے ہیں اس کمرے کے شمال کی جانب ایک روشن دان ضرور موجود ہے۔مگر اس سے اب آپ شمال کا ستارہ نہیں دیکھ سکتے متعدد منزلوں کی وہ بدوضع عمارت کہ جو کہیں اور نہ بن سکتی تھی ،راستے میں حائل ہے۔اور رہے پرندے تو ان کے آزاد کرنے کا رواج تو اس شہر میں کبھی کا ختم ہو چکا ہے۔

اور ہاں اگر آپ اس گھر میں کہ جس میں رحمتہ اللعالمین کا ظہور ہوا تھا،دو نفل شکرانے کے ادا کرنے پہنچے ہیں تو ایک شتر برادر آپ کو روک دے گا اس واسطے کہ اس کے اور اس کے آقاؤں کے نزدیک اس عظیم ترین رحمت پر شکرادا کرنا ''شرک'' ہے۔

یہاں حضرت خدیجہؓ کے گھر اور اس کے کمرے کے بارے میں بھی سن لیجیے کہ یہاں اعتاد کا بنیادی لمحہ گزرا تھا وہ کمرہ گھر بھی نصف صدی سے حافظ قرآن رنگ سازوں کا انتظار کرتے کرتے اب ایک صرافہ بازار سے گھر چکے ہیں۔

ہجرت کے راستے کا نشان تک مٹ چکا

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

ہے۔نئی حکومت نے مکے سے مدینے تک جانے کا راستہ اختیار کیا ہے۔ یہ راستہ مکے سے مقامِ بدر تک سمندر کے ساتھ ساتھ جاتا ہے اور وہی ہے کہ جس سے ابوسفیان، لشکر اسلام کی روانگی کی خبر سن کر اپنے قافلے کو بچا کر مکے کی جانب فرار ہو گیا تھا۔

مدینے پہنچتے ہی انسان مسجد قبا کا رخ کرتا ہے کہ جس کے سامنے والے احاطے میں وہ نہایت قدیم کنواں تھا کہ جس کے پانی نے آپ کا رخ مبارک دیکھا تھا، مگر چند برس ہوئے اس کنوئیں کو بھی پتھر کی بڑی بڑی سلیں رکھ کر بند کیا جا چکا تھا۔ استفسار پر نہایت ہی خشکی کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ مشینی پمپ ایجاد ہو چکے ہیں، اس واسطے اب اس کنوئیں کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

جب شکست و ریخت کا یہ وحشت ناک عمل شروع ہوا تھا، تو سربراہ قبیلے کے سردار نے ترکوں کی بنائی ہوئی گنبدِ خضرا والی مسجد نبوی ﷺ کو گنبدِ خضرا سمیت منہدم کرنے کا اعلان کیا تھا۔ پھر بڑی بڑی اور اپنے وقتوں کی طاقتور مشینیں منگوائی گئی تھیں اور پھر ایک نکڑ کے ستون سے شروعات کی گئی تھی۔ دو ماہ تک یہ مشینیں اپنی پوری طاقت سے اس ایک ستون سے ٹکرا ٹکرا کر اس کو گرانے یا توڑنے کی کوشش کرتی رہی تھیں، مگر یہ ستون ذرہ برابر بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا تھا۔ آخر اس کی جڑوں کو تو باوضو حافظِ قرآن ہنرمندوں کے ایمان، عشق اور نیت کے سیسے نے تھاما ہوا تھا، یہ کیسے اپنی جگہ سے ہلتا۔ جب طاقتور ترین مشینوں کی دو ماہ تک مسلسل کوشش کے باوجود ایک ستون بھی اپنی جگہ سے ایک انچ نہ ہل سکا تھا، تو مسجد نبوی کو منہدم کرنے کی یہ وحشت ناک کوشش طوعاً و کرہاً روک دی گئی تھی۔ مسجد نبوی کے اس ستون پر اس عمل کے نشانات آج تک موجود ہیں۔

سو اب کس کس دکھ کا بیان کروں۔ کسی نقش اول کو عقیدے کی قلت نے مٹایا، تو کسی کو دل کی قلت نے، اور جو نقوش ان دونوں کی گرفت میں نہ آسکے، ان کو بے اعتنائی اور جمالیاتی حس کے فقدان نے۔ اگر کبھی برسراقتدار لوگوں سے اس شکست و ریخت کے عمل کے بارے مین پوچھو، تو اول تو اس برصغیر کے محبت کے مارے مسلمانوں کو اس لائق ہی نہیں سمجھا جاتا کہ ان کو کوئی جواب دیا جائے۔ اگر کوئی مجبور کرے، تو پھر دو الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ یعنی "توسیع" اور "شرک" کیا "توسیع" اس انداز، حوصلے اور قرینے کے ساتھ نہ کی جا سکتی تھی کہ جس طرح ترکوں نے کی۔ اور کیا "شرک" کو مٹانے کا طریقہ صرف یہی تھا کہ حضرت خدیجہ الکبری کی یادگاریوں کے نشان کو مٹا دیا جائے۔

◇★◇★

جہان کتاب

تبصرہ نگار: غلام دستگیر احمد

☆ توحید کیا ھے:

ہمارے سامنے ایک کتابچہ "توحید کیا ہے" کھلا ہے جس کو مولانا شیخ ابوالفیض عبدالکریم چشتی ابدالوی نے تحریر فرمایا ہے۔ توحید کے نام پر آج کل بہت گمراہی پھیلائی جا رہی ہے۔ بزرگان امت پر کفر و شرک کے فتوے لگائے جا رہے۔ ہیں اس مسئلے کو سمجھنے کیلئے یہ مختصر مگر جامع کتابچہ از حد مفید ہے، کتابچہ کی ابتداء میں حضرت علامہ مولانا پر فیسر محمد حسین آسی صاحب کا مدلل مقدمہ بھی درج ہے۔ جو سونے پر سہاگہ ہے، ہدیہ 10 روپے۔

ملنے کا پتہ: دارالعلوم چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں شریف ضلع شیخوپورہ۔

☆ انوار لاثانی:

یہ ایمان افروز کتاب حضور قطب ربانی شہباز لامکانی، قیوم ربانی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی تاجدار علی پور شریف کی مبسوط سوانح حیات ہے اس میں آپ کے حالات، واقعات کرامات و ملفوظات کو بڑے اہتمام اور تحقیق سے رقم کیا ہے زبان و بیان میں نہایت روانی ہے۔ کیونکہ اسے عصر حاضر کے صاحب طرز، ادیب اور ژرف نگاہ محقق حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد حسین آسی صاحب نے عقیدت و احترام کے جذبوں میں ڈوب کر لکھا ہے۔ ہدیہ 150 روپے۔

ملنے کا پتہ: لاثانی بک سینٹر ریلوے روڈ شکر گڑھ (نارووال)

☆ سیرت نقش لاثانی:

اس کتاب کو بھی حضرت آسی صاحب نے تحریر کیا ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے پیر مرشد گرامی، غواص بحر معانی۔ مخزن اسرار یزدانی حضور پیر سید علی حسین شاہ۔ نائب کامل شاہ لاثانی کی کرامات بیان کی ہیں۔ کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ پہلے کرامات و مکشوفات کی شرعی حیثیت کو قرآن و سنت کی روشنی میں اجاگر کیا ہے۔ تاکہ کسی کو تنقید کا موقعہ نہ ملے۔ اور پھر نہایت ہی تحقیق اور جستجو کے ساتھ مرشد گرامی کی کرامات و مکشوفات کو تحریر کیا ہے ہماری نظر میں اتنی جامع کتاب کسی بزرگ کے حوالے سے نہیں گزری۔ ہدیہ 100 روپے۔

ملنے کا پتہ: لاثانی بک سینٹر ریلوے روڈ شکر گڑھ (نارووال)

Mufakkir-e-Islam Research Center Islamabad

اسلام اور معاشرتی انقلاب

(سلسلہ نمبر ۱)

غلام مصطفیٰ امجددی ایم اے

آغاز آدمیت سے لیکر آج تک اہل کفر کی تاریخ کا طائرانہ نظر کے ساتھ بھی مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ لوگ آدم کی نسل ہونے کے باوجود مقام آدمیت سے ناواقف رہتے آرہے ہیں بہت سی تہذیبیں رونما ہوئیں بہت سے مذاہب پیدا ہوئے ۔کفر اپنی اصلی حالت میں ہی برقرار رہا آج سے تقریباً چھ ہزار سال پہلے سرزمین دجلہ وفرات میں آسور اور بابل کی تہذیبیں پنپ رہی تھیں انسان جنگلوں اور غاروں کی زندگی ترک کر کے آبادیوں کی طرف مائل ہو رہا تھا پھر یہ آبادیاں بڑے بڑے شہروں کی صورت اختیار کر گئیں ۔ان تہذیبوں نے انسان کی قانون وتجارت اور تعلیم کی طرف راہنمائی کی ۔نہریں کھودی گئیں پیداوار میں اضافہ ہوا انسان خوشحال دکھائی دینے لگا ۔مگر ان ترقیوں کے باوجود بھی انسان مٹی اور پتھروں کے بے جان بتوں کے سامنے سر تسلیم خم کرتا اور انہیں اپنا خدا تصور کرتا تھا ۔یہ شہری ریاستیں آپس میں برسرپیکار رہتی تھیں

اہل بابل اپنے تمام تر عروج کے ساتھ، ساتھ اخلاقی اقدار سے بالکل بے بہرہ تھے

عریانی اور فحاشی بابل کا طرہ امتیاز تھی ۔یہ لوگ بہت سے دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے ، مردوک ان کا سب سے بڑا دیوتا تھا اشتر عشق ومحبت کا پیام رساں خیال کیا جاتا تھا ۱۲۷۵ ق م میں بابل پر آسوری غالب آ گئے ۔اور ظلم وستم ، جبر واستبداد کا طویل دور شروع ہو گیا ۔آسوریوں کو ان کی بربریت اور سفاکانہ جبلت کی وجہ سے تاریخ میں ناگہانی آفت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔یہ لوگ دشمن کے سپاہیوں کے سر کاٹ کر ان کے مینار بناتے اور محض ذہنی سکون کی خاطر انسانیت کا قتل عام کرتے تھے ۔ ہمسایہ ریاستوں کے حکمران نینوا آ کر آسوری بادشاہ کو سجدہ کرتے اور سونا چاندی بطور خراج پیش کرتے تھے سارگون دوم قابل ذکر بادشاہ ہے جس نے اسرائیلیوں کے دارالحکومت سماریہ کو فتح کیا انہیں گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گیا ۔ سارگون کا بیٹا سناچریب ۷۰۵ تا ۶۸۱ ق م دوسرا بڑا فاتح تھا ۔

آسوری تہذیب کے خاتمے پر نبو چاد نصر نے کالدانی تہذیب کی بنیاد رکھی ۔اس تہذیب کا مشہور فاتح بخت نصر تھا جس نے فرعون مصر کو شکست دی اور شام و یمن کو تخت وتاراج کیا یہی بادشاہ ہے جس نے یہودیوں کو قید کر کے بابل میں غلامانہ زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا تھا ۔اس دور میں معاشی ومعاشرتی ترقی ہوئی مگر انسان انہی بے بس بتوں کو اپنا کارساز تصور کرتا رہا ۔مردوک اور سورج دیوتا کی پوجا پاٹ ہوتی ۔سال میں ایک میلا لگتا تھا اور اسی دن حصول لذت پر کوئی پابندی نہ ہوتی تھی گناہ کا تصور ذہن سے خارج کر دیا جاتا تھا ۔ (مطالعہ تاریخ ص ۲۸)

اسی دور میں حضرت دانیال مبعوث ہوئے تھے اور بخت نصر آپ کو بھی یہودیوں کے ساتھ ہی اسیر کر کے لے آیا تھا ۔ بخت نصر کے جانشین انتہائی ظالم اور عیاش واقع ہوئے ۔رعایا ان کے ظلم وستم سے نالاں تھی ۔ بالآخر ایران کی ابھرتی ہوئی سلطنت کے بادشاہ سائرس نے ۵۳۸ ق م میں بابل پر قبضہ کر لیا اور یہودیوں کو واپس یروشلم بھیج دیا ۔

ان کے علاوہ عبرانی تہذیب بھی قابل ذکر ہے جس کے ''مشعل بردار'' توحید پرست بنی اسرائیل تھے ۔اسی قوم میں اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے عظیم الشان پیغمبر مبعوث فرمائے اس قوم نے خدا تعالیٰ کے احسانات کے ساتھ جو مذاق روا رکھا تھا وہ بھی تاریخ انسانی کا بڑا شرمناک باب ہے ۔سقوط یروشلم کے بعد یہ قوم جب زیر اقتدار رہی تو ان میں تعصب اور نسل پرستی کی بیماریاں پھوٹ پڑیں ۔یہ انسان اپنے علاوہ کسی کو انسان سمجھنے کے روادار نہیں تھے ۔ دیگر اقوام عالم کو از حد حقارت کی نظر سے دیکھتے اور اپنے رنگ ونسب پر تکبر کیا کرتے تھے ۔ان لوگوں نے اپنے تعصب کی بنا پر حضرت موسیٰ پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے اور اپنی خواہشات کو اپنا خدا سمجھنے لگے ۔اپنی مرضی سے حلال وحرام کے قانون وضع کرتے اور تعلیمات عیسوی کو نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے ۔ان لوگوں نے ہی حضرت عیسیٰ پر یہودیہ میں نئی بادشاہت قائم کرنے کے الزام میں رومی عدالت کے تحت مقدمہ کیا اور

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

آپ کو صلیب پر لٹکانے کی سزا سنائی۔ مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا اس نے اپنے پیارے پیغمبر کو آسمان پر اٹھا لیا اور یہودی اپنا سا منہ لیکر رہ گئے۔

اب دور حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کا تھا۔ لوگ عیسائیت کی طرف مائل تھے۔ چنانچہ ٹائی بیریس کے عہد میں پادری سینٹ پال کی کامیاب تبلیغی سرگرمیوں کے باعث عیسائیت ایشیائے کوچک سے لے کر یونان اور روم تک پھیل گئی اس مذہب کو سب سے پہلے غریب اور مفلوک الحال لوگوں نے قبول کیا۔ پھر آہستہ آہستہ قسطنطین اعظم کے دور میں یہ سرکاری مذہب قرار دیا جانے لگا۔

اسلام سے قبل عیسائیت بھی یہودیت کی طرح بگڑ چکی تھی۔ لوگ حضرت عیسیٰؑ اور سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی پرستش کرنے لگے تھے۔ آپ کو خدا کا بیٹا کہتے اور بہت سے مشرکانہ راستوں پر گامزن ہو گئے تھے۔ انجیل کو تبدیل کر دیا گیا تھا راہبوں کی کثرت اور اختلاف نے مذہب کو تماشہ بنا کر رکھ دیا تھا۔ راہبوں کی خانقاہیں عیاشی کا اڈا بن گئی تھیں۔

تاریخ عالم میں ساسانی تہذیب کو بھی ایک خاص مقام حاصل رہا ہے۔ ۳۲۳ ق م میں سکندر اعظم کی موت کے بعد شام اور ایران پر اس کے ایک سپہ سالار سلوکس نے تسلط جما لیا تھا۔ اس کے بعد ارشک کی سربراہی میں پارتھی خاندان برسر اقتدار آیا جس کی حکومت فرات سے لے کر ساحل سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ خاندان ۵۰۰ سال تک حکمران رہا اس خاندان سے حکومت اردشیر نے چھین لی اور ساسانی خاندان کی حکومت بحال کی۔ ساسانیوں نے ایرانیت کو فروغ دیا اور زرتشت کے مذہب کو سرکاری طور پر رائج کیا۔ اس خاندان کے بادشاہ خسرو اول ۵۳۱ء تا ۵۷۹ء نے نوشیروان عادل کے نام سے بہت شہرت حاصل کی۔ یہ دور ساسانی تاریخ کا سنہری دور تھا جس میں بہت سے علوم و فنون کو ترقی دی گئی اور ملک میں عدل و انصاف کو عام کیا گیا۔ ساسانی خاندان مطلق العنان تھا۔ عوام بے بس اور شہری حقوق سے محروم تھے۔ بادشاہ کو سجدہ کیا جاتا، آگ کی پوجا کی جاتی۔

ایرانی معاشرہ اخلاقی اعتبار سے ذلت کے قعر عمیق میں گرا ہوا تھا عورت کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ہر طرف یہ فکر عام تھی کہ دولت، زمین اور عورت کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں بلکہ وقف عام ہے۔

تاریخ عالم میں جزیرہ نمائے عرب کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ یہ لوگ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے تھے وقت کے بے رحم دھارے میں بہتے ہوئے یہ لوگ پیغمبرانہ تعلیمات سے بہت دور نکل آئے تھے ان کی سیاسی، مذہبی، معاشرتی، سماجی غرض زندگی کی ہر روش پر خار تھی۔ دنیا کی ہر برائی ان کے وجود میں سرایت کیے ہوئے تھی۔ شرافت و نجابت کا نام تک نہ تھا۔ آخر کار قدرت نے اسی قوم پر رحم کھایا اور اپنا عظیم ترین رسول ان میں پیدا فرمایا جو بعد میں تمام انسانیت کا نجات دہندہ قرار دیا گیا جس کے ہمہ گیر نظام زندگی نے کائنات کیلئے بہتری کی راہیں کھول دیں۔

ایک عالمگیر معاشرتی انقلاب

ہم نے تاریخ عالم کے کچھ گوشے اُجاگر کیے اور ان کی تہذیبوں کا ذکر کیا جنہیں کائنات کی نمائندہ ہونے کا دعویٰ تھا یہ تہذیبیں انسان کی معاشرتی زندگی میں کس طرح زہر گھولتی ہیں آپ نے مطالعہ کر لیا ہوگا اور یہ بھی جان لیا ہوگا کہ دنیا کے بڑے بڑے مفکر انسان کو اخلاقی پستیوں سے نکالنے میں ناکام رہے ہیں۔

محسن انسانیت ﷺ نے نظارہ گاہ عالم میں جلوہ گر ہو کر ایک معاشرتی انقلاب برپا کر دیا اور صدیوں سے ذات پات کی صلیب پر لٹکے ہوئے انسان کو اتارا اور اسکے سر پر و لقد کرمنا بنی آدم ہم نے اولاد آدم کو قابل تکریم بنایا کا تاج پہنا دیا۔

آج مغربی اقوام تحفظ انسانیت کی علمبردار ہیں مگر انکی تہذیب پڑھ کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں انسانی حقوق کے احترام کا شعور ۱۲۱۵ میں پیدا ہوا جب کہ کنگ جان نے میگنا کارٹا جاری کیا تھا اور وہ بھی نامکمل کیونکہ انسانی حقوق اس چارٹر میں صرف امراء، روساء کے حقوق عوام الناس پر مسلط کیے گئے تھے عوام الناس کے حقوق کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ گویا یہ ایک غریبوں اور ناداروں کے استحصال کا مہذب طریق کار تھا۔ بعد ازاں ٹام پین (Tam pain) نے ۱۷۹۱ء میں حقوق پر ایک مقالہ مرتب کیا۔ ۱۷۸۹ء میں انقلاب فرانس کے دوران حقوق انسانی کا منشور پاس کیا گیا۔ جو دراصل روسو کے معاہدہ عمرانی کا عکس تھا۔

پھر دنیا دو عالمگیر جنگوں کی ہولناک تباہیوں کا شکار ہوئی تو ۱۹۴۱ء کے اٹلانٹک چارٹر اور واشنگٹن، ماسکو، ڈمبارٹن اوکس کے مذاکرات کے بعد ادارہ اقوام متحدہ کی بنیاد رکھی گئی یہ ادارہ اقوام متحدہ کس بلا کا نام ہے۔ آپ جانتے ہیں مسلمانوں پر کس طرح جور و استبداد کی بجلیاں گرائی جا رہی ہیں اور یہ ادارہ بالکل چشم پوشی سے کام لے رہا ہے۔

کشمیر کے چنار سلگ رہے ہیں فلسطین کی بہاریں اُجڑ رہی ہیں بوسینا پر قیامتیں ٹوٹ رہی ہیں مگر ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی نتیجتاً ہم لکھنے پر مجبور ہیں کہ مغربی اقوام حقوق انسانیت کی کما حقہ، تربیت و تدوین میں ناکام ہو چکی ہیں

پیغمبر اسلام کا برکت آفریں نظام معاشرت ہے۔ جس نے انسان کو انسان کی قدر کا درس دیا ہے ابھی یورپ جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا تو ہمارے رسول پاک ﷺ نے انسانیت کا علم بلند فرما دیا تھا۔

حضور ﷺ نے ان لوگوں کے حقوق متعین فرمائے جن کے خون و جگر سے معاشرے کے گل و گلزار میں سرخیاں سرایت کرتی ہیں۔ اور لطف کی بات یہ کہ مغربی اقوام ترقی یافتہ ہونے کے باوجود

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

ان کے کام و دہن کی تشنگی ختم نہیں کر سکیں۔ خود ،مہر و ماہ کو تسخیر پر کمربستہ ہیں مگر معاشرے کو اخلاقی پستیوں سے نہیں نکال سکتیں۔ اقبالؔ کیا خوب کہتا ہے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

حقوق والدین:

ماہرین عمرانیات خاندان کو معاشرے کا اہم ستون قرار دیتے ہیں۔ اور خاندان میں والدین کا مقام ایک مسلمہ حیثیت کا حامل ہے۔ موجودہ مغربی حالات کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ ترقی یافتہ قومیں کس بیدردی کے ساتھ اس مقدس رشتے کا خون کر رہی ہیں۔ والدین جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو نہیں اولڈ کیمپ میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جہاں سسک سسک کر زندگی کے بے رحم لمحات بسر کر دیتے ہیں۔ حضور ﷺ نے والدین کا احترام کرنا سکھایا فرمایا

"ان الله حرم علیکم عقوق الوالدین".

بیشک اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی حرام فرمائی ہے (بخاری کتاب الادب)

حضور ﷺ نے عقوق الوالدین (ماں باپ کی نافرمانی) شرک کے بعد کبیرہ گناہ قرار دیا ہے۔ (ایضاً)

فرمایا بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے۔ عرض کیا گیا کوئی اپنے والدین پر کیسے لعنت کرتا ہے؟ فرمایا

"یسب الرجل ابا الرجل فیسب اباہ یسب امہ"۔

آدمی دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ اور وہ اس کے باپ اور ماں کو گالی دیتا' (بخاری کتاب الادب) مشکوۃ)

ایک آدمی نے عرض کیا کہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں فرمایا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں کہا ہاں فرمایا ففیھما فجاھد۔ تو ان کی خدمت کر یہی تمہارا جہاد ہے۔ (ایضاً)

حضورؐ نے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق والدین کو قرار دیا ہے۔ (ایضاً)

فرمایا لوگو اپنے باپ سے بیزار مت ہو۔ کیونکہ باپ سے بیزار ہونا ناشکر گزاری ہے۔ (بخاری)

قرآن پاک بھی فرماتا ہے ان شکرلی ولوالدیک میرا اور اپنے والدین شکر گزار بن۔ ایک مقام پر فرمایا" فلا تقل لھما اف و لا تنھرھما و قل لھما قولا کریماً" تو ان کو اف تک نہ کہہ اور نہ ان کو ڈانٹ۔ ان سے ادب سے بات کر۔ اور فرمایا" ووصینا الانسان بوالدیہ حسناً".

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے نیکی کرنے کا حکم دیا۔ یہ حضور ﷺ کی برکت ہے کہ والدین کو خاندان میں بلند مقام عطا ہوا اور انہیں خاندان کی روح رواں تسلیم کیا گیا۔ اُن کا میراث میں نمایاں حصہ داخل کیا گیا۔" لابویہ لکل واحد منھما السدسُ مما ترکَ اور اسکے والدین کیلئے ترکہ میں چھٹا حصہ ہے۔ (النساء)

مقام عورت اور اسلام

اسلام سے عورت انتہائی تفنہ جاں اور زبوں حال تھی۔ تمام تہذیبوں میں اس کو عیاشی کا سامان سمجھا گیا تھا۔ اور تو اور عیسائیوں نے بھی عورت کے حقوق ضبط کر لئے تھے۔ اور آج تک ہیں یہی وجہ ہے کہ اس عمل کا ردعمل بھی شدید ہوا اور مغرب میں آزادی نسواں کی تحریکوں نے جنم لینا شروع کر دیا اور آج مشرقی دنیا بھی ان مسائل میں الجھتی جا رہی ہے۔ قدیم بابلی تہذیب میں ماں بہن اور بیٹی میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ کسی رشتے کا تقدس ملحوظ خاطر نہیں تھا۔ اور آج کا یورپ بھی اسی لعنت میں گرفتار ہوتا نظر آتا ہے۔ اور وہاں پر عزتیں سر عام نیلام ہوتی ہیں۔ فرنچ سینٹ کے ایک رکن موسیو فرونان دریغو نے کہا ہے۔

قحبہ گری کا پیشہ اب محض انفرادی کام نہیں رہا بلکہ اس کی ایجنسی سے عظیم مالی فوائد حاصل ہوتے ہیں ان کی وجہ سے یہ ایک تجارت اور منظم حرفہ بن گیا ہے۔ اس کی باقاعدہ منڈیاں موجود ہیں، دس سال سے کم عمر کی لڑکیوں کی زیادہ مانگ ہے۔

ڈاکٹر ایڈ تھہ ہو کر اپنی تصنیف (laws of sex) میں لکھتا ہے۔

نہایت مہذب اور دولت مند طبقوں میں بھی یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے کہ آٹھ برس عمر کی لڑکیاں اپنے ہم عمر لڑکوں سے عشق و محبت کے تعلقات رکھتی ہیں۔ جن کے ساتھ بعض اوقات اسلام نے عورت کے مختلف ناطوں اور رشتوں کی پہچان کرائی اور ہر رشتے کو الگ الگ عظمتیں تقسیم کیں عورت کے گوہر عفت کی حفاظت کیلئے پردے کا قانون تشکیل دیا۔ اس کے اخلاقی معاشی، تمدنی اور معاشرتی حقوق کی سرپرستی فرمائی۔ ذیل میں ہم عورت کے ان رشتوں اور حیثیتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کے برقرار رکھنے سے نظام زندگی میں ایک خوبصورت توازن پیدا ہوتا ہے۔

> **اسلام نے عورت کے حقوق تسلیم کر کے تمام پریشانیوں سے نجات عطا فرمائی۔**

ماں:

یہ اس قدر تقدس مآب رشتہ ہے کہ محبوب خدا نے جنت جیسی چیز ماں کے قدموں کا صدقہ قرار دی ہے۔ ماں کی بھی کچھ حیثیتیں ہیں حقیقی ماں، سوتیلی ماں، رضاعی ماں، بیوی کی ماں اہل

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

عرب باپ کے انتقال کے بعد اپنی سوتیلی ماں سے جبراً شادی کر لیتے تھے۔ اور اسے باپ کی میراث تصور کرتے تھے حضور ﷺ کی برکت سے ماں کی پاکیزہ شخصیت کے یہ پہلو انسان کے دست ہوس سے محفوظ ہوئے، قرآن نے اعلان فرمایا'' ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء الا ما قد سلف انه کان فاحشة ومقتاً وساء سبیلا'' اور نہ نکاح کرو جن سے نکاح کر چکے تمہارے باپ دادا مگر جو ہو چکا ہے، بیشک یہ فعل حیا باختہ، نفرت انگیز اور برا تھا اس کے ساتھ ساتھ رضاعی اور بیوی کی ماں کو بھی احترام کی نظر سے دیکھا جانے لگا قرآن میں واضح ہے حرام کر دی گئیں تم پر تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری بیویوں کی مائیں۔ (ملخصاً)

گویا حضور ﷺ نے آ کر اس مقدس رشتے کی لاج رکھ لی ورنہ انسان کی بے باک نگاہیں اس کی طرف اٹھ رہی تھیں۔

بہن اور بیٹی:

دور جہالت میں بہن اور بیٹی کو باعث عار سمجھا جاتا رہا ہے۔ شاعر لوگ اعلانیہ میلوں میں دوسروں کی بہنوں کا نام لے کر رومانوی کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ ان کو زندہ رہنے کا حق بھی حاصل نہیں تھا حضور ﷺ کی برکت سے یہ بہنیں اور بیٹیاں انسان کی دستار فضیلت قرار دی گئیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک تم پر حرام کر دیا گیا ہے بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا (بخاری شریف۔ مسلم شریف) اسلام نے میراث میں ان کا حصہ مقرر فرمایا ہے۔ حضور ﷺ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے پاس بہت مال ہے۔ اور ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں تو کیا میں دو تہائی مال خیرات کر دوں۔ فرمایا نہیں میں نے کہا نصف فرمایا نہیں میں نے کہا تہائی فرمایا ہے تو تہائی بھی زیادہ انک ان ترکت ولدک اغنیاء خیر من ان تترکهم عالة یتکففون الناس۔ اگر تم اپنی اولاد کو مالدار چھوڑو تو یہ ان کو مفلس چھوڑنے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے آگے دست طلب دراز کرتے پھریں۔ (بخاری کتاب الفرائض)

حضرت معاذ بن جبلؓ نے زمانہ نبوی میں فیصلہ فرمایا النصف للابنته والنصف للاخت ''بیٹی اور بہن کیلئے آدھا آدھا حصہ مقرر ہے۔ (کتاب الفرائض)

میراث کی مختلف صورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلام نے بہنوں اور بیٹیوں کو ان کا حق تفویض فرمایا اور انہیں معاشرے میں ایک خصوصی نوعیت کا مقام مرحمت فرمایا اس سلسلہ میں سورت النساء کا مطالعہ از حد اہم ہوگا

بیوی

عورت کی حیثیت انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ مگر افسوسناک صورت حال یہ تھی کہ اس عظیم رشتے کو بھی پامال کیا جاتا تھا جو انسان کا قدم قدم پر ساتھ دیتا ہے۔

مذہب یہود میں عورت کو ایک مملوک شے سے بڑھ کر اور کچھ نہ سمجھا گیا تھا۔ اس کے حقوق مرد کی جائز و ناجائز خواہشات کی نذر ہو جاتے تھے استثناء میں مرقوم ہے کہ جب کسی کو اسیران جنگ میں کوئی عورت پسند آ جائے تو وہ اسے اپنی بیوی بنا لے۔ اس کے بعد اگر وہ چھوڑنا چاہے (یعنی وہ اچھی نہ لگے) تو اسے گھر سے باہر نکال دے۔

اسی طرح مذہب النصاریٰ میں طلاق سرے سے جائز ہی نہیں تھی۔ میاں بیوی کا ازدواجی ناطہ دوامی خیال کیا جاتا تھا۔ ظاہر ہے یہ قانون بھی انسانی فطرت سے گریزاں تھا اور عورت کو مرد کے تحت اچھی بری زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ اس لئے جان عیسائیت کے لئے وبال بن گیا۔ موجودہ صدی کے اوائل میں عیسائی علماء نے کافی غور وخوض کے بعد عورت کو طلاق لینے کا حق دے دیا۔

۱۹۳۳ء کے قانون میں شامل ہوا کہ اگر مرد ایک مرتبہ بھی زنا کرے تو عورت اس سے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے، یہودی افراط کا شکار تھے۔ اور عیسائی تفریط کا نتیجہ جونہی مذہب نے طلاق کی اجازت دے دی تو کہرام سا مچ گیا عدالتوں میں تل دھرنے کو جگہ نہیں نظر آتی تھی۔ پہلے ہی روز چار ہزار ایک سو نو طلاق کی درخواستیں پیش ہوئیں۔ (زمزم لاہور ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء) ہندو مذہب میں عورت کے ساتھ انتہائی انسانیت سوز سلوک کیا جاتا تھا عورت ساری زندگی مرد کی غلام بن کر بسر کر دیتی۔ اور جب خاوند مر جاتا تو اس کے ساتھ جل مرنے کو مجبور کیا جاتا یہ رسم صدیوں سے عورت کے آشیانہ حیات پر بجلی بن کر ٹوٹتی رہی اور اس بے بس و لاچار کی چیخ و پکار پر کائنات تو سہم جاتی لیکن مذہب کے نام پر انسانیت کو لوٹنے والوں پر کوئی اثر نہ ہوتا جب حضور ﷺ کی برکتوں سے یہ علاقہ بھی مستفیض ہوا تو اس میں سفاکانہ رسم کے خلاف آواز بلند ہوئی فرزندان توحید نے عورت کے جلتے ہوئے احساسات پر رحم کھایا اور اسے جہنم کدہ سے باہر نکال دیا۔ آج بھی بھارت کے دور دراز علاقوں میں یہ رسم جاری ہو سکتی ہے۔ مگر اسلام کے فیضان نے ہندوؤں کی اکثریت کو اس سے متنفر ضرور کر دیا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں۔ کہ ہمارے آقا نے عورت کے حقوق کو کیسے محفوظ فرمایا ہے۔ اور آپ کی برکت سے اس کو کیسے کیسے درجات اور مراعات نصیب ہوئی ہیں قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے۔

''یا یھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منها زوجها''۔ ''اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک اصل سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ (النساء)

یہاں معلوم ہوا کہ مرد اور عورت کی اصل ایک ہے۔ اس سے انسانی مساوات کا سبق اخذ ہوتا ہے نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح م

Mufakkir e Islam Research Center Islamabad

انسانیت میں مرد اللہ کی معرفت کا حقدار ہے اسی طرح عورت بھی حقدار ہے۔ معرفت کے حصول کے لائق یہ دونوں ہستیاں یکساں شمار ہیں۔ جیسا کہ فرمایا و من یعمل من الصلحت من ذکر او انثی وھو مئو من فا ولئک ید خلون الجنتہ ولا یظلمون نقیرا جو نیک کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور مومن ہو تو یہی لوگ جنت کے حقدار ہیں۔ اور ان پر ظلم ذرہ برابر نہیں ہوگا (النساء)

(جاری ہے)

نقش لاثانی الیکٹرونک اینڈ الیکٹرونکس

اسمٰعیل مارکیٹ نورکوٹ روڈ شکر گڑھ

ہمارے ہاں برقی آلات ٹیپ ریکارڈر، ڈیک، انٹینا، وغیرہ ہر قسم کے سپیئر پارٹس بازار سے نسبتاً رعائیت خریدیں۔

نیز مسجدوں کے مکمل مائیک بمعہ اسپیکر، بیٹری وغیرہ بھی دستیاب ہیں۔

پروپرائیٹر: چوہدری تنویر احمد نقشبندی

نقش لاثانی ہائی سکول

نقش لاثانی نگر شکر گڑھ

زیر سرپرستی
حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی

زیر نگرانی
الحاج محمد اخلاق احمد نقشبندی

خصوصیات

بہترین ماحول، عمدہ بلڈنگ، دینی تعلیم کا خصوصی بندوبست، رہائش کا اعلیٰ انتظام، ادبی و علمی سرگرمیاں۔

مناسب فیس اور دیگر مراعات کے ساتھ **داخلہ** جاری ہے۔

جماعت نہم و دہم

سائنس و آرٹس

پرنسپل: محمد نعیم الرحمان نقشبندی (نقش لاثانی نگر)

مبارکباد

ہم

حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی، جناب شجاعت علی مجاہد، اور علامہ غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے کو

الحقیقه

جیسے علمی و ادبی مجلّہ کے اجراء پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب

رانا عبدالجبار (مینجنگ ڈائریکٹر)
انٹرنیشنل کمپیوٹر کالج ریلوے روڈ
شکر گڑھ

Mufakkir-e Islam Research Center Islamabad



Mufakkir e Islam Research Center Islamabad